امام ابو حنیفہؒ

اور ان کے

ناقدین

تالیف:۔ مولانا حبیب الرحمن خاں شروانیؒ

ترتیب و تحشیہ:۔ مولانا محمد عبد الرشید نعمانی

امام ابو حنیفہؒ

اور ان کے

ناقدین

از

نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خان شروانیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِس کتاب میں

امام اعظمؒ کے تذکرہ کے بعد صاحبین یعنی قاضی ابو یوسفؒ اور محمد بن حسن شیبانیؒ کے حالات درج ہیں، جو مولانا شروانیؒ نے تاریخ بغداد از خطیب بغدادیؒ سے اقتباس کر کے لکھے۔

اہل علم کے ذوق کا لحاظ کر کے اب مولانا شروانیؒ کے مضمون کے بعد تاریخ خطیب بغدادیؒ کا اصل متن جو تینوں ائمہؒ کے مناقب سے متعلق ہے شامل کر دیا گیا ہے۔
مولانا شروانیؒ کی علمی اہمیت کے پیش نظر ان کا تذکرہ بھی، جو یادِ رفتگان سے منقول ہے پیش کیا جا رہا ہے۔

(ناشر)

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانیؒ	۹
تاریخ خطیب بغدادی	۱۹
خطیب بغدادیؒ	۲۲
تاریخِ خطیب	۲۴
بغداد	۲۵
تراجم	۳۰
ابو حنیفہ نعمان بن ثابتؒ	۳۳
عِلم	۳۵
عبادت و ورَع	۳۶
شب بیداری و قرآن خوانی	۳۷
وُفورِ عقل، زیرکی اور باریک نظری	۴۰
حق پر استقامت	۴۱
فقہِ ابو حنیفہؒ	۴۲
جرح	۴۹
جَرحوں پر تحقیقی نظر	۵۰
خلاصہ	۵۷
فقہ حنفی کی تاریخی حقیقت	۶۰
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ	۶۴

Marfat.com

مضمون	صفحہ
حالاتِ بالا پر ایک نظر	۶۶
علقمہ بن قیس	۶۷
مسروق الہمدانی	۶۸
اسود النخعیؒ	۶۸
عمرو بن شرجبیل	۶۸
شُریح القاضی	۶۸
ابراہیم النخعی	۶۸
حمّاد بن ابی سلیمان	۶۸
فقہ حنفی پر ایک نظر	۶۹
قاضی ابو یوسفؒ	۷۳
تحصیلِ علم	۷۵
امام اعظمؒ کی صحبت میں	۷۶
عہدۂ قضاء	۷۸
وفات	۷۸
مناقب و جرح	۸۰
امام محمدؒ	۸۱
وصیّت امام اعظمؒ	۱۷۳

Marfat.com
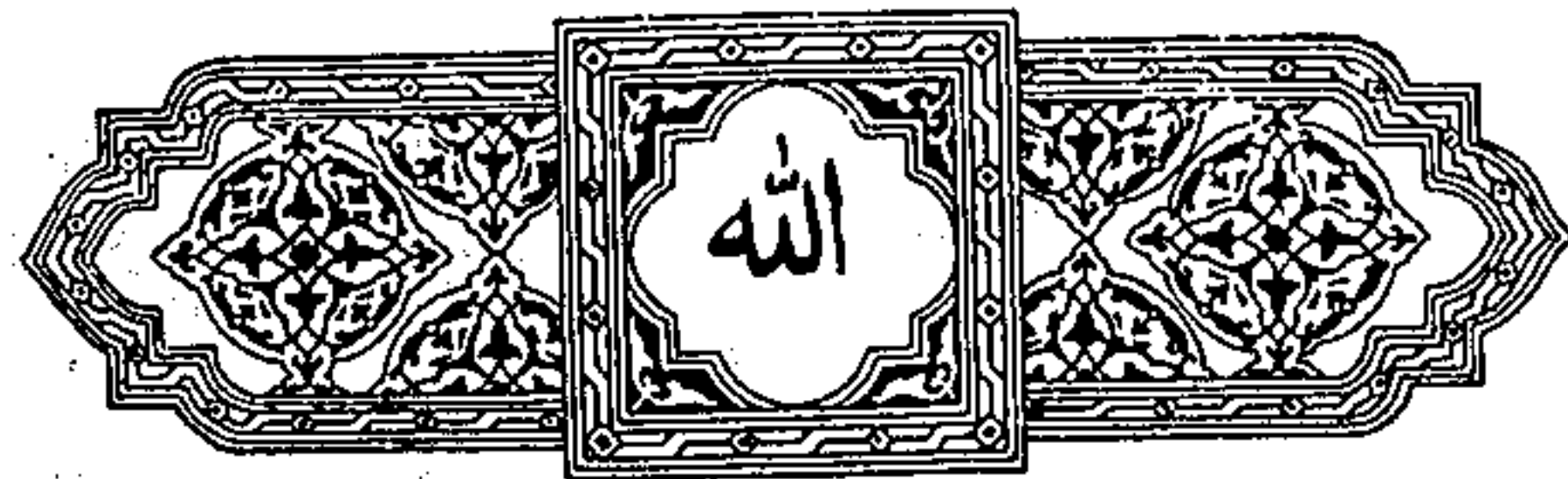
آہ! مولانا شروانیؒ

اگست کی کوئی آخری تاریخ تھی، کہ لاہور کے کسی اخبار میں سرسری طور سے یہ خبر چھپی کہ مولانا شروانیؒ کا انتقال ہوگیا، خبر پڑھ کر دل دھک سے ہوگیا، اور اپنی دُوری، مہجوری اور مجبوری پر بڑا افسوس آیا، میں نے مرحوم کی زندگی ہی میں اُن کے واقعات اور خاندانِ شروانی کے بعض احوال لکھواکر دار المصنّفین میں رکھ لئے تھے، اب جب کہ اُن کا سانحہ پیش آیا تو تقدیر کی مجبوری دیکھئے کہ تدبیر کوئی کام نہ آئی۔

مرحوم نے چھیاسی (۸۶) سال کی عمر میں بتاریخ ۱۱ر اگست ۱۹۵۰ء اس دنیائے رنگ و بُو کو خیر باد کہا، اور سلفِ صالحین سے جا ملے، (ان کی ولادت کی تاریخ ۲۸ر شعبان ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۶ء ہے) مرحوم سے میرے تعلّقات اس قدر گوناگوں تھے کہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کو کہاں سے شروع کیا جائے، اور کیا کہا جائے اور کیا چھوڑا جائے، میں نے موصوف کو سب سے پہلے ۱۹۰۰ء میں نصف صدی پہلے پٹنہ کے اجلاس ندوہ میں دیکھا تھا، بھرا شباب، مَردانہ حُسن و جمال، سپید رنگ، سیاہ خوب صورت داڑھی، اور سر پر زُلفیں، بلند و بالا قامت، لطیف و قیمتی لباس، جلسہ کے ہر اجلاس میں نیا جوڑا زیبِ بدن، کبھی سر پر عمامہ، کبھی گول ٹوپی، کبھی تُرکی ٹوپی، جدھر نکل جاتے، آنکھیں اُٹھ جاتیں، اُنگلیاں اشارہ کرتیں، لوگ ایک دوسرے کو دکھاتے اور بتاتے، اسی طرح میں نے دیکھا، اور بتایا گیا کہ یہ علی گڈھ کے ایک رئیس عالم ہیں۔

۱۹۰۱ء میں جب میں ندوہ آیا، تو مدرسہ اُن کے ذکرِ جمیل سے پُر شور تھا، انتظامی جلسے سال میں چند بار ہوتے، اور وہ اُن میں جب آتے تو جلسہ کی اہمیت بڑھ جاتی، ۱۹۰۴ء میں جب الندوہ نکلا، اور وہ اس کے اڈیٹر ہوتے، اور میرے ایک دو مضمون اس میں نکلے، تو تعارف بڑھا، جب وہ آتے میں حاضر ہوتا، اور وہ اپنے بزرگانہ لطف و نوازش سے نوازتے، ۱۹۰۶ء میں جب میری جماعت

کی دستار بندی کا جلسہ ہوا، اور خاکسار کی عربی تقریر نے حاضرین سے دادِ تحسین حاصل کی، اور حضرت الاستاذ نے خوش ہو کر اپنے سر سے دستار اُتار کر میرے سر پر رکھی، تو اس جلسہ میں مولانا شروانی شریک نہ تھے، تاہم حضرت الاستاذ نے خود اپنے قلم سے لکھ کر ان کو اس واقعہ کی بڑی مسرت سے خبر دی، (یہ خط "مکاتیبِ شبلی" میں درج ہے) اُستاد کی یہ وساطت مولانا شروانی سے تعریف کا نیا ذریعہ بنی۔

سنہ ۱۹۱۰ء میں جب مکاتیبِ شبلی کی تدوین کا خیال آیا تو استاد نے پھر مولانا شروانی سے تقریب کی، کہ اُن کے پاس شبلی کے جو خطوط ہوں وہ سید سلیمان کو دیئے جائیں، سنہ ۱۹۱۲ء میں جب ندوہ میں حضرت الاستاذ کے حسب ایما انگریزی مدارس کے نصاب تاریخ کی غلطیوں کی تصحیح کا کام میرے سپرد ہوا تو پھر تازہ تقریب کی گئی، نومبر سنہ ۱۹۱۴ء میں جب حضرت الاستاذ بیمار ہوئے اور حالت مایوسی کو پہنچی تو خاکسار حاضر خدمت تھا، سب سے پہلے میں نے اس شدتِ تعلق کی بناء پر جو ان دونوں دوستوں میں تھا، اس مضمون کا ایک مختصر کارڈ اُن کو بھیجا "افسوس کہ "الفاروق" کا مصنف اس وقت موت و حیات کی کشمکش میں ہے۔" ۱۸ر نومبر کو مولانا نے وفات پائی، اس کی اطلاع دی، اس کے بعد سے جو اُن سے مکاتبات کا سلسلہ شروع ہوا تو آج سے دو برس پہلے تک اُس وقت تک برابر قائم رہا جب تک اُن کی قوتِ حافظہ اور عام قوتِ جسمانی کام دیتی رہی، آج سے دو سال پہلے میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے کورٹ کی میٹنگ میں سب سے آخری دفعہ اُن سے ملا، میں نے دیکھا کہ اُن کا تیر سا قد نیم کمان بن چکا ہے، وہ چہرہ جو گلاب سا تروتازہ اور شاداب رہتا تھا، پژمردہ اور مُرجھایا تھا، اسی وقت دل نے کہا کہ یہ چراغِ سحر بجھا ہی چاہتا ہے۔

میرا عمر بھر یہ دستور رہا کہ حضرت الاستاذ کے مخصوص احباب اور دوستوں سے بزرگداشت کا تعلق رکھوں، اور ہمیشہ اُن کے سامنے اپنے کو چھوٹا سمجھوں، چنانچہ مرحوم سے خصوصیت کے ساتھ میری طرف سے خوردانہ اور اُن کی طرف سے بزرگانہ تعلق قائم رہا، میں اُنھیں مخدوم لکھتا، وہ عزیز لکھتے، دار المصنفین کی تاسیس میں مرحوم کی بزرگانہ حمایت ہمیشہ رہنما رہی، دار المصنفین کے پہلے صدر جسٹس مولوی کرامت حسین اور دوسرے نواب عماد الملک اور تیسرے مولانا شروانی رح ہوئے، اس تعلق

Marfat.com

سے بھی اُن سے خط و کتابت کا سلسلہ اکثر رہا کیا، ایک دفعہ جب احباب اور بزرگوں کے محفوظ خطوط گنے تو سب سے زیادہ جن کے خطوط میرے پاس نکلے، وہ انہی کے تھے، میں نے جب انھیں اس کی اطلاع دی، تو اس پر مسرّت ظاہر فرمائی، اور لکھا کہ اس میں تعجب کی کیا بات ہے، اس کا اُلٹا ہوتا تو تعجب ہوتا۔

وہ قدیم و جدید تعلیم کا بہترین مجموعہ تھے، فارسی و عربی تعلیم گھر پر حاصل کی، عربی کی اونچی کتابیں حضرت مولانا مفتی محمد لطف اللہ صاحب علی گڈھی کے درس میں پڑھیں، انگریزی تعلیم میٹرک تک آگرہ اسکول آگرہ میں پائی، اُن کی جوانی تک علم وفن اور دین و تقوٰی کے باکمال اکابر موجود تھے وہ ہر ایک کے دَر تک پہنچے، اور ہر ایک سے حسب استعداد کسب فیض کیا، شیخ حسین یمنی عرب مقیم بھوپال سے سندِ حدیث حاصل کی، قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی سے فیض پایا، بیعت قطب الوقت حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمان صاحب گنج مرادآبادی سے کی تھی، مولانا محمد نعیم صاحب فرنگی محلی کی زیارت سے بھی فیض یاب تھے،

اُن کا سب سے پہلا مضمون جس نے لوگوں سے خراج تحسین وصول کیا وہ بابر پر ہے جو رسالہ حسن حیدرآباد میں چھپا تھا، اور جس پر مصنّف کو ایک اشرفی انعام ملی تھی، مولانا شبلیؒ کی المامون پر اُن کا تبصرہ اُن کا پہلا تنقیدی کارنامہ ہے، جو غالباً ۱۸۸۶ء میں شوق قدوائی کے اخبار آزاد میں چھپا تھا، اُن کے رسائل میں دو بہترین تاریخی رسائل ہیں، یہ دونوں ندوہ کے سالانہ جلسوں میں پڑھے گئے تھے، پہلے کا نام "علمائے سلف" ہے، اور دوسرے کا نام "نابینا علماء" یہ دونوں اُنّیسویں صدی کی یادگار ہیں، ۱۹۰۱ء میں لاہور سے جب مخزن نکلا تو اس کی محفل میں بھی یہ شریک تھے، حضرت خسرو کے غزلیات پر اس میں اُن کا مضمون چھپا تھا، ۱۹۰۴ء میں الندوہ کے شریک اڈیٹر ہوتے، تو اخلاق پر اُن کے مضامین نکلے۔

علی گڈھ کی مجلسوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالات میں الصّدّیق لکھ کر پیش کی، حیدرآباد کی میلاد کی مجلسوں کے وہ بانی تھے، اُن میں سیرۃ پر مختلف رسائل لکھے، جو چھپے اور پھیلے، معارف میں اُن کے مضامین اور اُن کی غزلیں اکثر زیب اوراق ہیں۔

Marfat.com

شعروشاعری کا ذوق اُن کو آغاز سے تھا، حسرت تخلص کرتے تھے، اُردو اور فارسی دونوں میں مشقِ سخن کرتے تھے، اُردو میں حضرت امیر مینائیؔ سے اصلاح اور فارسی میں مولانا شبلیؒ سے مشورہ کرتے تھے، فارسی کے مشہور شاعر حضرت خواجہ عزیز سے بھی مولانا شبلیؒ کے ذریعہ سے تعلق رکھتے تھے۔

اُن کے اخلاقی فضائل میں وضعداری بڑی نمایاں تھی، جس سے جتنا ملتے تھے، تمام عمر اسی طرح ملتے رہے، جب لکھنؤ آتے تو منشی احتشام علی صاحب کی کوٹھی میں ٹھہرتے تھے، اور تمام عمر میں کبھی اس وضع میں فرق نہیں آیا، پھر اس قیام میں جن جن بزرگوں اور دوستوں سے ملنے کا دستور تھا، اسی طرح وہ جاکر ملتے، اور اُتنی دیر بیٹھتے، لکھنؤ میں فرنگی محل اور وہاں بھی مولانا محمد نعیم صاحب کی نشستگاہ میں ضرور حاضر ہوتے۔

اُن کی جوانی تھی، کہ ندوہ کا غلغلہ بلند ہوا، یہ وہ مجلس تھی، جس کی روحانی اور علمی صدارت جن دو۲ بزرگوں سے نسبت رکھتی تھی، یعنی مولانا شاہ فضلِ رحمان صاحب گنج مراد آبادی اور حضرت مولانا محمد لطف اللہ صاحب، دونوں ہی سے اُن کو قلبی تعلق تھا، اس لئے وہ ندوہ کے اُن اصلی ارکان میں تھے جن سے ندوہ کی مجلس عبارت تھی، وہ سب سے پہلے ۱۹۱۷ء میں ندوہ کے اجلاس ناگپور کے صدر ہوئے، اور یہیں اسی وقت دولتِ آصفیہ مرحوم کی صدارتِ امور مذہبی کی خبرِ عام ہوئی، جس کے بعد اُن کا بارہ تیرہ برس کے قریب حیدر آباد میں قیام رہا، اور جامعہ عثمانیہ کی تاسیس اور شعبۂ دینیات کے افتتاح میں اُن کی مساعی مشکور رہیں، حیدر آباد کا حال وہاں کے مقیم احباب سُنائیں گے۔

حیدر آباد کے قیام کے زمانہ میں بھی وہ دو۲ دفعہ ندوہ کے اجلاس کے صدر ہوئے، پہلی دفعہ انبالہ میں اور یاد آتا ہے کہ دوسری دفعہ لکھنؤ میں مرحوم کو قومی اداروں میں سے علی گڈھ، ندوۃ العلماء اور دار المصنّفین اعظم گڈھ سے خصوصیّت کا تعلّق تھا، مولانا شبلی مرحوم کے بعد غالباً ۱۹۰۵ء میں وہ انجمن ترقیِ اردو کے بھی ناظم ہوئے اور دو۲ تین۳ سال کے قریب خدمت کے بعد

Marfat.com

قرعۂ فال مولوی عبدالحق صاحب کے نام نکلا، ان اداروں کے علاوہ دارالعلوم دیوبند اور مظاہرالعلوم سہارنپور کے بزرگوں سے بھی ارتباط رکھتے تھے، اور ان درسگاہوں کی بھی امداد فرمایا کرتے تھے۔

عجیب اتفاق ہے کہ نادانستہ ۱۹۲۶ء میں سفرِ حج میں بھی میرا اُن کا ساتھ ہوا، یہ مؤتمرِ اسلامی والا موقع تھا، یہاں یہ سخت بیمار پڑ گئے تھے، مگر بڑی ہمت کے ساتھ سارے ارکان ادا کئے۔ مدینہ منوّرہ کے قیام کے زمانہ میں میں نے اُن کا تعارف شیخ ابراہیم حمدی مدیر کتب خانہ شیخ الاسلام سے کرادیا، یہ تعلق چونکہ علمی اور رُوحانی دونوں تھا، اس لئے بڑا ساز گار آیا، اور اخیر اخیر وقت تک قائم رہا، حرمین محترمین کی خدمت بھی وہ سالانہ کیا کرتے تھے، اخیر دفعہ جب دو سال ہوئے میں نے اپنے ارادۂ حج کی اطلاع اُن کو دی، تو لکھا کہ اس دفعہ حرمین شریفین کی خدمت کی رقم آپ ہی کے ذریعہ جائے گی، مگر روانگی کے وقت نہ اُن کو یاد رہا، اور نہ میں نے یاد دلایا،

ان کو نادر اور قلمی کتابوں کا بڑا شوق تھا، اور اس شوق کی تاریخ خود انھوں نے لکھ کر معارف میں چھپوائی ہے، مولانا شبلی مرحوم کے ذریعہ سے اور اُن کی پسند سے کتابیں خرید اکرتے، لکھنؤ میں عبدالحسین اور واجد حسین قلمی کتابوں کے تاجر تھے، لکھنؤ آتے تو اُن کے نوادر دیکھتے، اور چھانٹ کر لے جاتے، یوں بھی کتابیں ان کے پاس پہنچتی رہتی تھیں، حیدرآباد کے قیام کے زمانہ میں بھی بہت سی کتابیں حاصل کیں، میں جب ۱۹۲۰ء کے آخر میں یورپ سے واپس آیا، تو عزیزوں اور بزرگوں کے لئے جو تحفے لایا مرحوم کے لئے نستعلیق کے اچھے خطّاطوں کی وصلیوں کی عکسی تصاویر کا مجموعہ لاکر پیش کیا۔

پہلے تو اصل وطن علی گڈھ میں بھیکم پور میں تھا، بعد کو بھیکم پور سے کچھ دور اُن کے نام سے اُن کے والد مغفور نے حبیب گنج نام ایک گاؤں آباد کیا تھا، وہیں زنانہ اور مردانہ مکانات، مسجد اور ایک کُتب خانہ کی عمارت تیار کی تھی، زمینداری کے شُغل کے بعد بھی یہی کتب خانہ ان کی دلچسپی کا مرکز تھا،

معمول تھا کہ صبح کی نماز کے بعد ہاتھ میں ایک بڑی سی لکڑی لے کر باغ میں سیر کو نکل جاتے،

Marfat.com

اس وقت اُن کے دوسرے ہاتھ میں تسبیح ہوتی، لکھنؤ آتے تو صبح کو پیدل منشی احتشام علی کی کوٹھی واقع خیالی گنج سے مولوی عبدالباری صاحب ندوی کی کوٹھی ہارڈنگ روڈ تک پیدل جاتے، واپسی سواری پر ہوتی، دارالمصنفین آتے تو احاطہ کے اندر کمرہ کے باہر روش پر ٹہلا کرتے۔

ایک دفعہ دارالمصنّفین کا جلسۂ انتظامیہ رمضان المبارک میں مقرر کیا، ہم نے عُذر کرنا چاہا تو جواب میں لکھا کہ کیا رمضان مسلمانوں کے کام میں مانع ہے، غرض تشریف لائے، اس زمانہ میں وہ چائے کے بجائے اُولٹین پیتے تھے، مَیں کافی، اور مولوی مسعود علی صاحب چائے پیتے تھے، سحری میں یہ تینوں شرابُ الصّالحین لائی جاتیں، اور ہر ایک کا ایک ایک دَور چلتا، اور بڑی خوشی سے پیتے، اور بعد کی ملاقاتوں میں اکثر اس کا ذکر کیا کرتے تھے۔

دارالمصنّفین کی مسجد مرحوم ہی کی کوشش سے نواب مزمل اللہ خاں مرحوم کی امداد سے مولوی مسعود علی صاحب کی نگرانی اور انجینیرنگ میں بنی، پھر دارالعلوم ندوہ کی مسجد بھی برادرِ موصوف ہی کی نگرانی اور انجینیرنگ میں بنی، مرحوم دونوں کو دیکھ کر برادرِ موصوف کے تعمیری ذوق کو بہت پسند فرماتے تھے، چنانچہ جب وہ علی گڈھ میں حبیب منزل بنوانے لگے، تو مولوی صاحب موصوف کو بُلوا کر اُن سے مشورہ کیا، اُنھوں نے جو مشورہ دیا اس میں سے سامنے کی روکار عمارت ہے، فرماتے تھے کہ اگر یہ حصّہ نہ بنتا، تو یہ عمارت کچھ نہ ہوتی۔

مرحوم کے اخلاق کی دوؔ خصوصیتیں عجیب تھیں، ایک یہ کہ جس شخص سے جس جہت سے اُن کو تعلّق ہوتا، وہ اس سے اسی جہت سے مِلتے، اور اسی کے متعلّق باتیں کرتے، اس کی دوسری جہتوں سے اُن کو کوئی تعلق نہ ہوتا، حکیم اجمل خان مرحوم سے گہرے تعلّقات تھے، مگر یہ یک جہتی قدیم قلمی مخطوطات اور قدیم تہذیب و شرافت کے افکار سے تھی، ان دونوں کی ملاقاتوں میں یہی تذکرے رہتے کہیں بیچ میں سیاست کا نام بھی نہیں آتا، مولانا ابوالکلام سے بھی مولانا شبلی کے واسطہ سے اُن کے تعلقات تھے، اُن کی ملاقات اور مکاتبت بھی جو چھپ چکی ہے سیاست کے تذکرہ سے خالی ہے، میری زندگی پر مختلف دَور گزرے ہیں، جن میں سیاست بھی ہے، مگر کبھی کسی خط میں نہ میں نے اس کے متعلّق کچھ لکھا،

Marfat.com

اور نہ کبھی اُنھوں نے پوچھا۔

اُن کی دوسری خصوصیت یہ تھی کہ اُن کی مجلس میں کبھی کسی کی بُرائی یا غیبت نہیں ہوتی، کوئی کرتا بھی تو اُڑا دیتے، خطوط میں بھی احتیاط تھی، اگر ناگزیر طور سے کچھ ذکر آتا تو اس طرح اشارہ کنایہ میں کہتے کہ غیر اس کے سمجھنے سے قاصر رہتے،

مرحوم کو اچھی اور تاریخی یادگاروں کا شوق تھا، بعض بادشاہوں کے فرامین، تلواریں یا خنجر اُن کے پاس تھے، میں جب ۱۹۳۴ء میں کابل کے سفر سے واپس آیا اُس کے بعد مرحوم دار المصنفین آئے تو قالینوں کا تذکرہ نکلا، میں نے عرض کیا کہ نادر شاہ شاہِ کابل نے مجھے ایک قالین عنایت کیا ہے اُن کو دکھایا تو اُس کو پسند کیا، مُلّا صاحب سے جو اُن کے رفیقِ خاص تھے، اور ہمیشہ سفر میں ساتھ رہتے تھے، فرمایا "مُلّا جی یہ تو پٹھانوں کا مال ہے، ساتھ باندھ لو" چنانچہ وہ قالین اُن کے نذر کر دیا کہ شاہاں بشاہاں می دہند، فقیروں کے یہاں اُس کا کیا کام، البتہ شاہ کی دی ہوئی تسبیح سبز شاہ مقصود کی فقیر کے پاس ہے۔

مرحوم بزرگوں کے قصّے، لطیفے، حالات اور حکایتیں اس قدر ذوق وشوق و لُطف سے مجلس میں بیان فرمایا کرتے تھے، کہ اس وقت وہ بُلبلِ ہزار داستان معلوم ہوتے تھے، اُن کی تقریروں کا بھی یہی رنگ تھا، آواز گو پست تھی، مگر تقریر مسلسل اور تاریخی واقعات کے حوالوں سے پُر تاثیر ہوتی تھی، اُن کی انشا پردازی کا بھی ایک خاص رنگ تھا، نہایت سُتھرا اور پاکیزہ، "تکلّف سے بری تصنّع سے خالی، اور آورد سے پاک، بزرگوں کے تذکرے ادب سے کرتے تھے، زبان فطرۃً نہایت ادب شناس عنایت ہوئی تھی، لہجہ میں سختی اور آواز میں کرختگی مطلق نہ تھی اگرم سے گرم موقعوں پر بھی وہ حدود سے باہر قدم نہیں رکھتے تھے۔

بظاہر وہ اخلاق میں بڑے نرم اور مرنج و مرنجاں تھے، مگر جب کسی وقت کسی چیز پر اَڑ جاتے تو پھر اُس سے نہ ٹلتے تھے، چنانچہ حیدر آباد سے علٰحدگی کا سبب یہی پیش آیا، اس پر ایک شعر اُنھوں نے کہا جو مجھے لکھ بھیجا تھا:-

شاہبازِ ہمتم، ربطے بدستِ شاہ داشت　　دستِ دیگر ترک کردہ در ہوا پرواز کرد

Marfat.com

یہ بھی اُن کی سیرت کا قابلِ ذکر واقعہ ہے کہ باوجود ایک رئیس ابنِ رئیس ہونے کے اور حکّامِ ضلع سے اچھے تعلّقات رکھنے کے سرکاری اعزاز و احترام اور خطاب و القاب سے بچتے تھے، ایک دفعہ اُن کو شمس العلماء کا خطاب ملنے والا تھا، اُن کو خبر ہوئی تو پوری کوشش کی کہ اس خطاب سے اُن کو بَری رکھا جائے فرماتے تھے کہ حیدرآباد کا خطاب اس لئے قبول کیا کہ یہ ایک دولتِ اسلامیہ کی نشانی تھی۔

مرحوم کو ملّتِ اسلامیہ سے بڑی محبّت تھی، اُس کے اچھے واقعات اور مُسرّت بخش تذکروں سے خوش ہوتے تھے، اور اُس کے نفاق و اختلاف کی باتوں سے ہمیشہ کنارہ کش رہتے، ندوہ کے باہمی اختلاف کے زمانہ میں باوجود اس کے کہ طرفین دوست تھے، دونوں سے بیگانہ رہے، اور جب مولانا شبلی کی وفات کے بعد مُصالحت کا زمانہ آیا تو وہ سب کے آگے تھے۔

مرحوم گو سیاست سے سروکار نہیں رکھتے تھے، تاہم ملک کے پچھلے واقعات سے بہت غمگین تھے، عمر کے ساتھ کچھ ملکی اور کچھ خانگی افکار نے بھی اُن کے دل و دماغ کو متاثر کیا، مگر ضابط اور متحمّل ایسے تھے کہ کبھی اس داستان کا ایک حرف زبان پر نہیں آیا، اُن کے قوای میں سب سے پہلے اُن کے حافظہ نے جواب دیا، اکثر بات بھول جاتے، جب کاروانِ خیال نکلا، تو اس میں مولانا ابوالکلام کے جواب میں اُن کا یہ بیان پڑھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ" ہاں مجھے یاد ہے کہ دو نوجوان ابوالنصر آہ اور ابوالکلام نمایاں ہوتے تھے، اسی سلسلہ میں سُنا کہ آپ بغداد چلے گئے، تفصیلات اَب معلوم ہوتیں" میں نے انھیں لکھا کہ یہ صحیح ہے کہ سفرِ عراق پر (شاید ۱۹۰۶ء میں) دو نوجوان عراق کے سفر کو نکلے تھے، جن میں سے ایک ابوالنصر غلام یاسین (مولانا ابوالکلام کے بڑے بھائی) تھے، ابوالکلام نہیں تھے، اُن کے رفیق اس سفر میں حافظ عبدالرحمان امرتسری تھے، اور اس وقت مولانا ابوالکلام امرتسر میں وکیل کے ایڈیٹر تھے، بیچارے ابوالنصر نے عراق میں انتقال کیا، ہندوستان خبر آئی، تو مولانا ابوالکلام نے وکیل میں اپنے حزن و غم کا اظہار فرمایا، اخیر میں مَیں نے لکھا کہ آپ کے اس طرح تصدیق کر دینے سے افسانہ بھی تاریخ بن جاتے گی۔

اس پر مرحوم نے خاموشی اختیار کی، اور کچھ جواب نہ دیا، یہ اُن کی خاص عادت تھی کہ جس بات پر گفتگو

Marfat.com

کرنا نہیں چاہتے، اُس کے جواب سے اعراض کرتے، اسی سے اُن کے اداشناس اُن کے مطلب کو سمجھ جاتے۔

مرحوم کو بزرگوں کی یادگاروں سے والہانہ شیفتگی تھی، پٹنہ کے اجلاس ندوہ میں غالبًا حاجی شاہ منوّر علی دربھنگوی بانیٔ مدرسۂ امدادیہ دربھنگہ جو حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکّی کے خلیفہ تھے، ندوہ کے جلسہ میں وہ دستار سر پر باندھ کر آئے جو حضرت حاجی صاحب کا عطیّہ اور تبرّک تھا، ایک تعلیم یافتہ کی تقریر پر جلسہ میں ایک ایسا پُرعظمت جوش، عُلماء، مشائخ، صُلحاء اور عامۂ مسلمین پر طاری ہوا کہ جو جس کے پاس تھا وہ ندوہ کے نذر کردیا، شاہ منوّر علی صاحب نے وہی دستار اُتار کر پھینک دی، وہ دستار نیلام ہو کر بڑی قیمت کو فروخت ہوئی، وہ کون خوش قسمت تھا، جس نے آگے بڑھ کر حسب حیثیت قیمت ادا کی، اور اس کو اُٹھا کر آنکھوں سے لگایا، نوجوان حبیب الرحمان خاں شروانی! پھر اس کو وہ ہمیشہ اپنے لئے طرّۂ سعادت سمجھتے رہے۔

اُن کے اخیر دَور کی یادگاروں میں استاذ العلماء مولانا لطف اللہ صاحب کی سوانح عمری، اور خطیب بغدادی پر حنفی نقطۂ نظر سے تبصرہ ہے، جو معارف میں چھپے ہیں، اور الگ بھی شائع ہوئے، اُنھوں نے مولانا سلیمان اشرف صاحب کی کتاب المبین پر ایک تبصرہ لکھا، اور میرے پاس بھیجا، اسی زمانہ میں فقیر کی تصنیف "عرب و ہند کے تعلّقات" چھپی تھی، جی چاہا کہ مرحوم کے قلم سے اس پر ایک تبصرہ شائع ہوتا تو مصنّف کو فخر و مباہات کا ایک موقع ہاتھ آتا، اس موقع پر اپنے مطلب کو میں نے اس طرح ادا کیا، المبین پر تبصرہ ملا، یاد آیا کہ حضرت الاستاذ کی تصنیفات پر آپ کا تبصرہ ہمیشہ ہوا کرتا تھا، چنانچہ المامون، الغزالی، سوانح مولانا روم اور شعر العجم وغیرہ پر تبصرے پڑھے، کیا حضرت الاستاذ کی متروکہ موروثی سعادتوں میں سے راقم کو بھی اس سُنّتِ دیرینہ کی موروثی سعادت کے حصول کا موقع ملے گا، مرحوم نے بڑی خوشی سے تبصرہ لکھا، جو معارف میں شائع ہوا۔

مرحوم کی پابندیٔ وضع کی ایک خاص یادگار علی گڈھ میں مولانا سلیمان اشرف صاحب کی قیام گاہ میں اخیر وقت کی حاضری تھی، جو بعد مغرب تک جاری رہتی، جب وہ علی گڈھ آتے، یہ حاضری

بلاناغہ ہر موسم میں اور ہمیشہ رہی، اس وقت دلچسپی کا سامان علمی مسائل پر گفتگو رہتی، مولانا سلیمان اشرف صاحب
کی وفات کے بعد مولانا عبداللطیف صاحب کی قیام گاہ پر اسی وقت اور اسی حیثیت سے یہ مجلس جاری رہی
مرحوم اپنے دَور کے خاتم تھے، اب اس جوہر شرافت کا نمونہ کبھی دیکھنے میں نہ آتے گا، اب گلستان
کا رنگ اور ہے، چار دانگ میں ہوائیں اور سمت کی چل رہی ہیں، اب ریاست اور ریاست کے ساتھ کمالات
وفضائل کا یہ اجتماع گزشتہ تاریخ کا ورق بن کر رہ جائے گا، مگر انشاءاللہ یہ ورق یادگار رہے گا ؎

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

سید سلیمانؔ (ندویؒ)

Marfat.com

Marfat.com
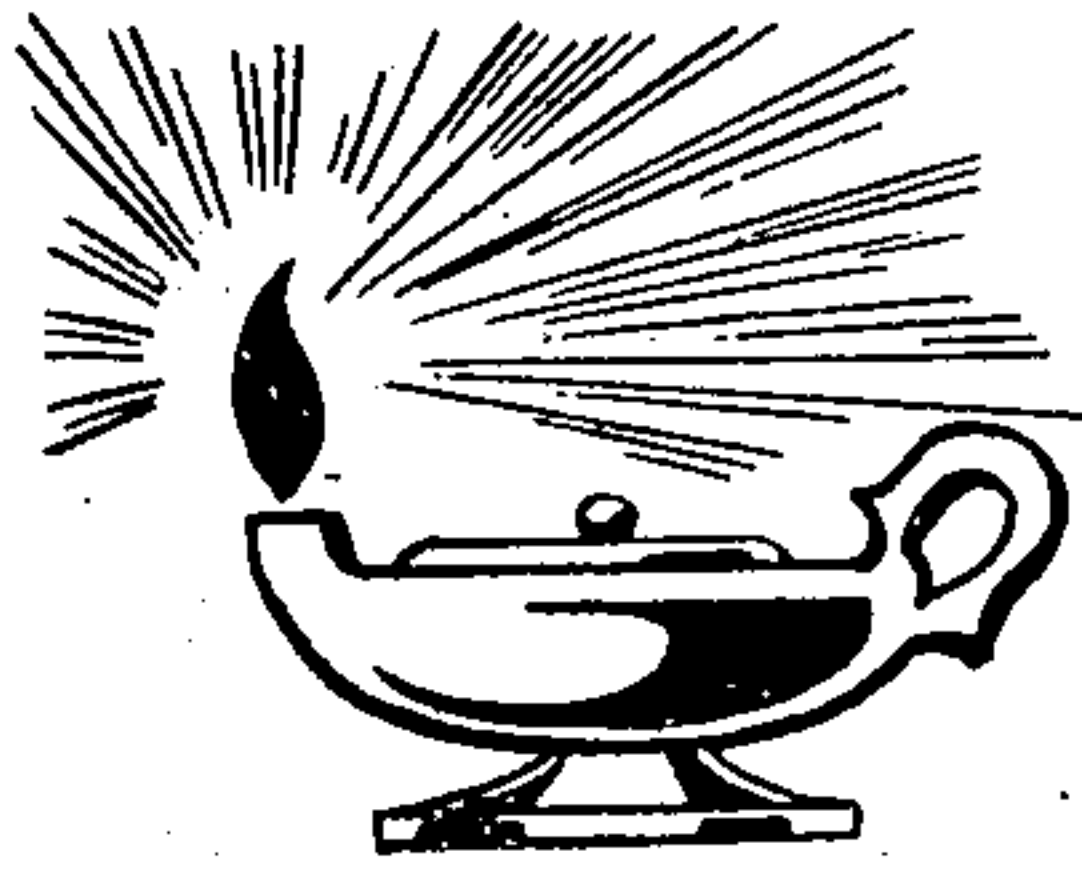
تاریخِ خطیب بغدادی

اس دَورِ قحط الرّجال کی (جب کہ بقیہ نقیہ رجالِ علم بھی علمی مجلسوں کو خالی کر رہے ہیں) یہ بڑی سعادت ہے کہ وہ اعلیٰ اسلامی تصانیف جن کو زمانے کی آنکھیں صدیوں سے ترس رہی تھیں، اور جن کے نام صرف کتابوں میں رہ گئے تھے، یکے بعد دیگرے شائع ہو کر دل و دماغ کو منوّر کر رہی ہیں، تاریخ کے سلسلے کو ملاحظہ کیجئے، مثالاً، تاریخ ابن جریر طبری عرصہ ہوا طبع ہو چکی، حافظ ابن عساکر کی تاریخ کے اجزاء شائع ہوئے، حال میں تاریخ خطیب بغدادی مصر سے آئی، طباعت کی ان خوبیوں کو لئے ہوئے جن پر بیروت کے بہترین مطبعے رشک کریں، اہتمام صحت کے ساتھ ضروری تحشّی بھی ہے، رجال کی فہرست دی ہے، ہر صفحے پر سطروں کا شمار ہے، اس تاریخ کی چودہ ۱۴ جلدیں ہیں، کُل صفحات ۶۴۱۱ ہیں تعجب ہے کہ مطبع نے ہر جلد کی لوح پر جلدوں کی تعداد ۱۲، اور صفحات کی تعداد ۴۸۰۰ لکھی ہے، انتہا یہ کہ چودہویں جلد کی لوح پر بھی یہی اطلاع درج ہے۔

اس تاریخ کا خلاصہ بھی کیا گیا تھا، اس کا ایک قلمی نسخہ میرے یہاں ہے، یہ خلاصہ فُلسکیپ کے ۳۸۱ صفحات پر ختم ہوا ہے، خلاصہ نگار قاضی ابوالیمن مسعود بن محمد بخاری حنفی المتوفی ۴۹۱ھ خطیب کے شاگرد ہیں، دیباچہ میں تاریخ خطیب کی تعریف کر کے لکھتے ہیں کہ "طویل زیادہ ہے، اس لئے میں نے منتخب رجال کے (بہ ترتیب اصل کتاب) حالات، شعر، حدیث، حکایت حسبِ سند خود مختصراً نقل کئے ہیں" واضح ہو کہ کُل رجالِ خلاصہ کی تعداد چند صد سے متجاوز نہ ہو گی، منتخب شعر وغیرہ مستقل عنوان ہیں، بستان المحدّثین سے واضح ہوتا ہے کہ تاریخ خطیب کا کوئی حصّہ شاہ (عبد العزیز) صاحبؒ کے پیش نظر بھی تھا مگر مطبوعہ نسخہ کو دیکھ کر یہ تعین مشکل ہے، کہ کونسا جز کتاب تھا، عبارت بستان کا ترجمہ یہ ہے:-

Marfat.com

"تاریخ بغداد خطیب بغدادی کی تصانیف میں سے ہے، اس کے جزء ثانی کے شروع میں مناقب بغداد اور اس مبارک بنیاد کی بزرگی اور اس کے باشندوں کے محاسن اخلاق درج کئے ہیں"

اس کے بعد بغداد کے دونوں دریاؤں کا جو دجلہ اور فرات ہیں ذکر کیا ہے، بخاری کے حالات شرح وبسط کے ساتھ لکھے ہیں، محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب کے احوال تک کتاب کا ایک ربع ختم ہوجاتا ہے، پہلی اسناد اس کی یہ ہے، حافظ ابوبکر نے کہا ہے کہ ہم کو عبدالعزیز بن ابی الحسن القرمیسینی نے خبر دی۔ الخ،

اس کے بعد چند شعر مدح بغداد کے نقل کئے ہیں جن کا پہلا شعر ہے ؎

فدًى لكِ يا بغداد كلّ قبيلة　　من الارض حتّى خطتي ودياريا

مطبوعہ نسخہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مناقب بغداد جلد اوّل کے ابتداء میں ہیں، علیٰ ہذا القیاس دجلہ وفرات کا ذکر، امام بخاریؒ کا ذکر جلد دوم کے آغاز میں ہے، محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب کا ذکر اسی جلد کے تین ربع ختم ہونے پر شروع ہوتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ شاہ صاحب کے ملاحظے میں کونسی جلد تھی، بظاہر جلد اوّل ودوم کا مجموعہ تھا، اس صورت میں ابن ابی ذئب کے ذکر تک ربع کتاب ختم ہونے کا کیا مطلب ہوگا۔

خطیب بغدادی نام احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بغدادی، کنیت ابوبکر، ۳۹۲ھ میں بمقام درزیجان پیدا ہوئے جو عراق کا ایک قریہ تھا، ان کے والد قریہ مذکور میں خطیب تھے، اور فی الجملہ علم آشنا، باپ کی تحریص سے بیٹے نے تحصیل علم شروع کی، گیارہ برس کی عمر تھی کہ والد نے ان کو حدیث سُنوانی شروع کردی تھی[۱]، اس کے بعد خطیب نے اپنی محنت سے اقلیم در اقلیم سیاحت کرکے علم حاصل کیا، جملہ فنونِ حدیث میں امام وقت ہوگئے، حافظ ابونعیم ان کے مشائخ میں ہیں، حافظ ابن ماکولا شاگرد، حافظ ابن عساکر چوبیس[۲۴] شاگردوں کے شاگرد، خطیب کا شمار کبارِ شافعیہ میں ہے، فقہ ابن المحاملی اور

[۱] خطیب کی تاریخ ولادت جیساکہ خود انھوں نے تصریح کی ہے یوم پنجشنبہ ۲۴ر جمادی الآخرہ ۳۹۲ھ ہے۔ اور سب سے پہلے انھوں نے حدیث کا سماع محرم ۴۰۳ھ میں کیا ہے (ملاحظہ ہو تاریخ بغداد ج۔ ۱۱۔ ص ۲۶۶)۔ محمد عبدالرشید نعمانی۔

۱۶۹۷۲

Marfat.com

قاضی ابوالطیب سے حاصل کی، اس پر اتفاق ہے کہ دارقطنی کے بعد علوم حدیث کا ماہر ان سے بڑھ کر نہیں ہوا، حفّاظ کا ان پر خاتمہ ہوگیا، صاحب ہیبت، باوقار اور ثقہ تھے، خط پاکیزہ تھا، کثیر الضبط، فصیح البیان آواز بلند تھی، جو روایت حدیث کے وقت جامع منصور کے آخری حصّے میں سُنی جاتی تھی، ستّی کریمہ کے سامنے صحیح بخاری مکۂ مکرّمہ میں پانچ دن میں پڑھی، عمر کا زیادہ حصّہ بغداد میں صرف کیا، حاضریٔ حرم کے وقت زمزم پی کر تین[۳] دعائیں کیں، بغداد میں اپنی تاریخ کی روایت کریں، جامع منصور میں روایت حدیث کریں، حضرت بشر حافی کے پہلو میں دفن ہوں، تینوں دُعائیں قبول ہوئیں۔

سفر حج میں شام تک قریب غروب ایک قرآن ترتیل کے ساتھ ختم کر لیتے تھے، اس کے بعد لوگ جمع ہوکر روایت حدیث کی التجا کرتے، خطیب سواری میں بیٹھ کر روایت حدیث کرتے (عرب میں سفر شب کو ہوتا ہے) ایک بار کسی نے ان کو دیکھ کر کہا تم حافظ ابوبکر خطیب ہو، فرمایا میں ابوبکر خطیب ہوں، حفظ حدیث دارقطنی پر ختم ہوگیا، چلتے چلتے کتاب کا مطالعہ کرتے جاتے، حنبلیوں کی سختی سے تکلیف اُٹھائی، تصانیف کی تعداد ۵۶ ہے (تفصیل ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفّاظ ذہبی میں)۔

بہت دولتمند تھے، اہل علم اور علم کی خدمت میں بڑی بڑی رقمیں خرچ کیں۔

عقائد میں مذہب ابوالحسن اشعری رح کے پیرو تھے جو بقول امام سبکی محدثین کا مذہب قدیماً وحدیثاً رہا ہے۔

ایک بار شیخ ابو اسحاق شیرازی کے درس میں حاضر ہوئے، شیخ نے ایک حدیث بحر بن کثیر السقّا سے روایت کی، بعد روایت خطیب کی جانب متوجّہ ہوکر کہا ان کی نسبت کیا کہتے ہو، کہا اجازت ہو تو حال بیان کروں، یہ سُنکر شیخ ان کے سامنے سنبھل کر شاگرد کی طرح بیٹھ گئے، خطیب نے اس شرح وبسط سے حال بیان کیا کہ اس کو سُن کر شیخ ابو اسحاق نے کہا کہ خطیب اپنے وقت کے دارقطنی ہیں۔

اکہتّر برس کی عمر پاکر ۴۶۳ھ میں انتقال کیا، نماز جنازہ ابوالحسین ابن المہتدی باللہ نے پڑھائی، شیخ ابو اسحٰق شیرازی نے جنازہ کو کندھا دیا، حضرت بشر حافی رح کے پہلو میں دفن ہوئے،

رضی اللہ عنہ، وفات سے پہلے کتابیں وقف کردیں، مال و دولت خلیفہ کی اجازت لے کر تقسیم کردی، چونکہ کوئی وارث نہ تھا، لہٰذا متروکہ حق بیت المال ہوتا، اجازت یوں ضروری تھی، (ماخوذ از تذکرۃ الحفاظ ذہبی و طبقاتِ سبکی)۔

تاریخ خطیب جیساکہ اُوپر لکھا گیا تاریخ چودہ[۱۴] جلدوں میں ہے، مصر سے ۱۳۴۹ھ میں اشاعت شروع ہوئی، بغداد کے حالات و واقعات آغازِ بنیاد سے ۴۶۳ھ تک لکھے ہیں، اور یہ زمانہ (جیساکہ لوح کتاب پر بھی لکھا ہے) بغداد کی اقبال مندی کا زمانہ ہے، خطیب دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

"یہ کتاب مدینۃ السلام کی تاریخ ہے جس میں اس کے آبادی کا ذکر ہے، اس کے کبراء ساکنین، واردین اور علماء کا تذکرہ ہے، اپنے علم و معرفت کی حد تک میں نے اس میں حالات لکھ دیئے ہیں۔"

اس عہد کے دستور کے مطابق حالات و واقعات بسلسلۂ روایت لکھے ہیں، سب سے اوّل بروایتِ یونس امام شافعیؒ کا قول لکھا ہے، یونس سے پوچھا تم بغداد گئے ہو، نفی میں جواب سُنکر فرمایا "ما رأیت الدنیا" تم نے دنیا نہیں دیکھی۔

تاریخ خطیب جس طرح بہترین زمانے کی تاریخ ہے، اسی طرح طرزِ بیان کے لحاظ سے مسلمان مؤرخین کی تصنیف کا اعلیٰ نمونہ ہے، الفاظ بقدر معانی استعمال کئے ہیں، عبارت آرائی و مدح طرازی کا نام نہیں، بیان صاف اور متین ہے، جرح و تعدیل دونوں بے لاگ ہیں، اگرچہ بعض معرکۃ الآرا مقامات میں قوتِ فیصلہ کی کمی نمایاں ہے، محدّثانہ روایات ہیں، ادیبانہ مبالغہ، منطقیانہ تذبذب پاس نہیں۔

روشِ تاریخ مروّجہ طریقہ سے علیحدہ ہے، بجائے خُلفاء و اُمراء کو مستقل موضوع قرار دے کر ان کے حالات بیان کرنے کے رجالِ تاریخ کا ذکر بترتیب حروف تہجی کیا ہے، اسی سلسلہ میں اپنے اپنے موقع سے خُلفاء و اُمراء بھی آجاتے ہیں، رجال کے سلسلے میں ہر فن اور علم کے ماہرین مذکور ہیں، مفسّرین و محدّثین و فقہاء سے لے کر شعراء و مغنّیین و اہلِ صنعت تک سب ہی کا ذکر ہے، اس طرح ۷۸۳۱ مشاہیر رجال کا تذکرہ ہے۔

چونکہ یہ زمانہ مجتہدانہ قوت کا تھا اس لئے اکابرینِ اُمّت سب ہی اس سلسلے میں آگئے ہیں،

Marfat.com

گروہ حضرات جو بعد کو ہوئے۔ ابتدائی چند بابوں میں مختلف فقہی مسائل سے محدثانہ وفقیہانہ بحث کی ہے، مثلاً زمین بغداد کی بیع وشراء اور اس کی پیداوار کا کیا حکم ہے، چونکہ حضرت عمرؓ نے سوادِ (عراق) کی زمین کو مسلمانوں کے حق میں وقف فرمادیا تھا اس لئے اس پر مالکانہ قبض وتصرف فقہاء کے ایک گروہ کے نزدیک ناجائز ومکروہ تھا، امام احمد بن حنبلؒ سے کسی نے تقوایٰ کے متعلق کوئی مسئلہ پوچھا تو فرمایا، استغفراللہ! میرے لئے ورع وتقوایٰ کے مسئلے پر گفتگو کرنی درست نہیں اس لئے کہ میں بغداد کی پیداوار کھاتا ہوں، لبشر بن الحارث (حافی) ہوتے تو وہ تم کو جواب دے سکتے، صُلحاءؒ کو اسی لئے بغداد کی سکونت میں کلام تھا، اس مبحث پر موافق ومخالف دونوں پہلوؤں سے بسیط بحث کی ہے، فیصلہ جواز کے حق میں دیاہے، دوسرے باب میں یہ بحث ہے کہ حضرت عمرؓ نے ارض سواد فاتحین میں تقسیم کیوں نہیں فرمایا، اسی سلسلے میں عہد فاروقی کے بندوبستِ اراضی کا ذکر آتا ہے، جو حضرت عثمانؓ بن حنیف صحابی نے کیا تھا، اس بیان میں بندوبست شدہ اراضی کی شرح لگان، اقسام پیداوار، تعداد رقبہ سب کچھ آجاتا ہے، لگان صرف قابلِ زراعت اراضی پر تھا، مکانوں وغیرہ پر ٹیکس نہ تھا، دوکانوں پر ٹیکس مہدی خلیفہ نے لگایا، ۱۶۷ھ میں۔

اسی سلسلے میں ایک باب اُن روایتوں پر ہے جو عراق کی بُرائی پر ہیں اور بعد بیان ان کی تنقیح کرکے ضعیف قرار دیاہے، اس کے بعد مناقبِ عراق اور اہلِ عراق کی صفات کا بیان کیاہے، عراق کی آب وہوا کے اعتدال کی تعریف ہے، اہلِ عراق کی عقل واخلاق کی تعریف ہے، اس کے ساکنین کی خدمتِ حدیث کا بیان ہے، فرماتے ہیں کہ " محدثینِ بغداد کا دامن وضعِ حدیث اور کذبِ روایت کی شہرت سے پاک ہے، بخلاف اہلِ کوفہ وخراسان کے کہ ان کے احادیثِ موضوعہ اور اسانیدِ مصنوعہ پر جلدوں کی جلدیں لکھی گئی ہیں" ایک قول لکھاہے " علم حجازی، اخلاقِ عراقی، طاعتِ شامی جب کسی شخص میں جمع ہوں تو وہ کامل ہے۔" دوسرا قول اذا خرجت من العراق فالدنیا کلّھا رستاق۔ جب تم عراق سے نکل آتے تو ساری دنیا دیہات ہے، یوم جمعہ بغداد کا، تراویح مکّہ کی، عِید طرسوس کی مشہور تھی۔

بغداد اس مقام کا قدیم نام بغداد تھا، بغداد کی وجہ تسمیہ یہ لکھی ہے کہ بغ اہلِ مشرق کے ایک بُت کا نام

تھا، داد بمعنے عطیہ یعنی بغ دیوتا کا بخشا ہوا، اسی لئے اگلے زمانے میں فقہاء اس نام کا استعمال مکروہ خیال کرتے تھے، اب بغداد، بغداد شریف ہے، یہ ہے ارباب صلاح اور اہل دل کی گرمی تاثیر، بغداد کو بغدان اور مغدان بھی کہتے تھے (کیا دان اس میں ہندی کا لفظ خیرات کے معنے میں ہے؟) ایک وجہ تسمیہ میں بغ کو باغ کا مخفف بھی بیان کیا ہے اور داذ ایک آدمی کا نام۔ اس صورت میں نام بغداذ تھا اس نام کے استعمال میں فقہاء کو کراہت نہ تھی۔

منصور نے جس موقع پر مدینۃ السلام آباد کیا وہاں اہل بغداد کا ایک مزرعہ تھا جس کا نام المبارکہ تھا، ساٹھ آدمی اس کے مالک تھے، منصور نے ان کو معاوضہ دے کر رضامند کیا اور اسی مقام پر نیا شہر آباد کیا، چونکہ یہ شہر دجلہ کے کنارے بسایا گیا اور دجلہ کا نام وادی السلام و قصر السلام تھا، اس مناسبت سے شہر جدید کا نام مدینۃ السلام رکھا گیا۔

خلافت بنی عباس جن اثرات کے تحت بنو امیہ کے مقابلے میں قائم و کامیاب ہوئی ان کا اقتضاء یہی تھا کہ اس کا دار الخلافہ و مرکز عراق میں ہوتا، اسی لئے عبداللہ السفاح اول خلیفہ عباسی (۱۳۲-۱۳۶ھ) نے دار الخلافہ پہلے کوفہ میں بنا کر اس کا نام ہاشمیہ رکھا، ۱۳۴ھ میں انبار کو دار الخلافہ قرار دے کر ہاشمیہ سے موسوم کیا، وہیں سفاح کی وفات و تدفین ہوئی اور وہیں منصور کی بیعت۔ (معجم البلدان)

مدینۃ السلام کی بنیاد ۱۴۵ھ میں رکھی گئی، ۱۴۶ھ میں شاہی عمارتوں کا اس قدر حصہ تیار ہو گیا کہ منصور مع لشکر اور خزانے کے ہاشمیہ سے منتقل ہو کر وہاں آگیا، سلسلۂ تعمیر ۱۴۹ھ تک جاری رہا۔ سنہ مذکور میں چار دیواری تیار ہونے پر کام ختم ہو گیا، مصارف تعمیر چالیس لاکھ آٹھ سو درم ہوئے، طریقہ تعمیر یہ تھا کہ اول تمام ممالک خلافت سے ہر قسم کے کاریگر مثلاً انجینیر (مہندس) معمار، نجار، لوہار وغیرہ فراہم کئے گئے ان کی تنخواہیں مقرر کیں، اس طرح ہزاروں آدمی جمع ہونے پر انجینیروں کو اپنا ذہنی نقشہ سمجھایا، انھوں نے اس کے مطابق داغ بیل کی، شہر کا نقشہ مدوّر قرار دیا گیا، اس اہتمام سے تعمیر شروع ہو کر پانچ سال میں ختم ہو گئی، نجمیت کا اثر یہ بھی تھا کہ ساعت نوبخت منجم نے تجویز کی، یہاں تعمیر کے ضمن میں بہت سے مفید مباحث آجاتے ہیں، مثلاً معماروں وغیرہ کی شرح تنخواہ، اس کی مناسبت

Marfat.com

سے اس عہد میں اجناس کا نرخ، مدینۃ السلام کی پیمائش، اس کے دروازے، مساجد، پل، مقابر، نہریں، وغیرہ۔

تعمیر کے بعد جو ترمیمیں خود منصور نے کیں ان کا ذکر ہے، بازار پہلے محلاتِ شاہی کے زیادہ قریب تھے، دُور ہٹا کر آباد کئے گئے، اس طرح کرخ کی آبادی وجود میں آئی، سڑکیں چوڑی کی گئیں، سب سے زیادہ چوڑی سڑک چالیس زراع (ہاتھ) چوڑی تھی، تقریباً ۷۰ فٹ کرخ کے بعد رصافہ ولیعہد مہدی کے لئے آباد کیا، یہ ۱۵۴ھ کا واقعہ ہے، اسی طرح عہد بعہد کے اضافے بیان کئے ہیں، اسی ضمن میں عروج تکلّفات کا وہ منظر سامنے آجاتا ہے جب کہ المقتدر کے عہد (۳۰۵ھ) میں سفیر روم کی آمد میں شہر آراستہ کیا گیا تھا، تفصیل کا شوق ہے تو اصل کتاب دیکھو۔

ان مقابر کے بیان میں جو علماء و صلحاء کے لئے مخصوص تھے جداگانہ مستقل باب ہے، سب سے اوّل مقابر قریش کا بیان ہے جہاں حضرت موسیٰ کاظمؒ کا مزار تھا (یہی مقام اب کاظمین ہے) ابو علی الخلال کا قول نقل کیا ہے، ما ھمّنی امر فقصدت قبر موسیٰ بن جعفر فتوسّلت بہ الّا سھّل اللہ تعالیٰ لی ما احبُّ، جب مجھ کو کوئی مشکل پیش آتی اور میں موسیٰ بن جعفرؒ کی قبر پر حاضر ہو کر ان کے توسّل سے دُعا کرتا تو اللہ تعالےٰ میری مراد برلاتا۔

باب حرب کے مقبرے میں امام احمد بن حنبلؒ اور حضرت بشر حافیؒ مدفون تھے، اسی سلسلے میں دو روایتیں ہیں، امام احمد بن حنبلؒ کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا کہ ہر قبر پر ایک قندیل روشن ہے، پوچھا یہ کیا ہے، جواب ملا "تم کو معلوم نہیں؛ امام احمد بن حنبلؒ کی آمد کے سلسلے میں یہ قبریں پُرنور ہوئی ہیں، جو عذاب میں تھے ان پر رحم فرمایا گیا، خاکسار کہتا ہے کہ جوانمرد امام کا استقبال اسی شان سے ہونا تھا، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

دوسری روایت حضرت بشر حافیؒ کے وصال کے متعلق ہے، ایک راوی کا بیان ہے کہ مَیں نے اپنے ایک پڑوسی کو بعد وفات دو حُلّے پہنے ہوئے دیکھا، استفسار پر کہا کہ ہمارے قبرستان میں بشر بن الحارث دفن ہوئے ہیں، اس سلسلے میں تمام اہلِ مقبرہ کو دو دو حلّے عطا ہوتے ہیں، قدس سرّہ۔

Marfat.com

حضرت معروف کرخیؒ کی قبر باب الدیر کے مقبرے میں تھی، اس کی نسبت لکھا ہے، قبر معروف الکرخی مجابٌ لقضاء الحوائج۔ سو مرتبہ قل ہو اللہ پڑھ کر جو دُعا ان کے قبر کے قریب کیجائے مقبول ہوتی ہے۔

مقبرہ خیزران میں محمد بن اسحٰقؒ مصنف سیرۃ مدفون تھے، نیز امام اعظم ابوحنیفہؒ۔

امام اعظمؒ کی قبر کے متعلق امام شافعیؒ کی ایک روایت لکھی ہے، علی بن میمون (شاگرد امام شافعیؒ) روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے شافعیؒ نے کہا، انی لاتبرک بابی حنیفۃ واجیئ الی قبرہ فی کل یوم یعنی زائرًا فاذا عرضت لی حاجۃ صلیت رکعتین وجئت الی قبرہ وسألت اللہ تعالی الحاجۃ عندہ فما تبعد عنی حتی تقضی، میں ابوحنیفہؒ کے توسّل سے برکت حاصل کرتا ہوں، ہر روز ان کی قبر کی زیارت کو جاتا ہوں، جب کوئی حاجت پیش آجاتی ہے دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر کے پاس اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتا ہوں، دُعا کے بعد مراد بر آنے میں دیر نہیں لگتی،[1]

---

[1] زیارتِ قبر کے موقع پر زائر کے لئے اپنے اور میّت کے حق میں دعا کرنا مسنون ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں بکثرت روایتیں کتب حدیث میں منقول ہیں۔ امام شافعیؒ کا یہ واقعہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ شیخ ابن تیمیہؒ اپنی افتادِ طبع کی بنا پر ناحق اس واقعہ کی تکذیب کے درپے ہیں (ملاحظہ ہو اقتضاء الصراط المستقیم ص ۲۴۳ و ۲۴۴ طبع مصر ۱۳۶۹ھ) اور شیخ موصوف کی کورانہ تقلید میں ہمارے دَور کے بعض علماء اہلِ حدیث بھی اس واقعہ کو جھٹلانے کے لئے بُری طرح پیچھے پڑے ہیں۔ حالانکہ محدّث کوثری نے "محقق التقول فی مسئلۃ التوسل" میں اس واقعہ کی سند کو صحیح بتایا ہے۔ اور خود حافظ خطیب بغدادی کی طبیعت امام اعظم (رضی اللہ عنہ) کے فضائل ومناقب کے سلسلہ میں کسی ایسی روایت کے بیان کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی کہ جس کی سرے سے کوئی حقیقت نہ ہو۔ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں وہاں کے علماء واولیاءؒ کے مقابر کے حالات میں ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے جس کے الفاظ ہیں باب ماذکر فی مقابر بغداد المخصوصۃ بالعلماء والزھاد اور پھر اس عنوان کے تحت وہاں کے مشہور مقبروں کا تفصیل کے ساتھ تعارف کرایا ہے جو کچھ بیان کیا ہے اس کی اسناد بھی ساتھ ہی نقل کردی ہے، امام شافعیؒ کا یہ واقعہ بھی موصوف نے باسناد ہی نقل کیا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ اس اسناد کے راویوں میں سے اکثر حضرات کا ترجمہ خود انھوں نے تاریخ بغداد میں لکھا ہے اور ان کی توثیق بھی کی ہے۔ چنانچہ اس روایت کے پہلے راوی حسین صیمری کے متعلق لکھتے ہیں وکان صدوقا وہ سچے تھے) (ج ۸ ص ۷۹) اور دوسرے راوی عمر بن ابراہیم ابوحفص مقریؒ کے متعلق ان کی تصریح ہے وکان ثقۃ (وہ ثقہ تھے) (ج ۱۱ ص ۲۶۹) اور تیسرے راوی مکرم بن احمد کے بارے میں فرماتے ہیں وکان ثقۃ (ج ۱۳ ص ۲۲۱) اور اسکے آخری راوی علی بن میمون کا تذکرہ حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے اور ان کو ثقہ کہا (تہذیب ج ۷ ص ۳۸۹)۔ یہ واضح رہے کہ قاضی ابوبکر مکرم بن احمد نہایت ثقہ ہیں اور محدّث حاکم نیسابوری صاحب المستدرک علی الصحیحین کے کبار شیوخ میں (باقی ص ۲۹ پر)

Marfat.com

یہ بیانات جلد اوّل کے صفحہ ۱۲۷ تک چلے جاتے ہیں، اس کے بعد مداین کا ذکر بوجہ قرب تام آتا ہے، ذکرِ مداین تقریب ہوجاتا ہے، حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ذکر کی جن کے قدوم سے مداین مُشرّف ہوا، ان حضرات کی تعداد پچاس ۵۰ ہے، اسی شرف کی وجہ سے مداین کا ذکر دیگر قصبات متصلۂ بغداد مثلاً نہروان، انبار وغیرہ سے پہلے کیا ہے۔

سب سے اوّل ذکر ہے حضرت امیر المؤمنین علی رضؓ کا، سب سے آخر میں عبد اللہ بن الحارث کا، ذکرِ مداین بھی باعث ہوا ہے تاریخ خطیب میں حضراتِ صحابہؓ کے ذکر مبارک کے آنے کا، ورنہ بغداد میں کسی صحابی کی آمد ثابت نہیں۔

حضرت علی رضؓ کے مدفن کی بحث بسیط ہے، راوی نے امام ابو جعفر محمد بن علی (امام باقرؒ) سے پوچھا کہ حضرت علیؓ کہاں دفن ہوتے ؛ تو کہا بالکوفة لیلاً وقد غبیّ عنیّ دفنه، کوفہ میں شب کو اور مجھ کو ان کی قبر کا حال نہیں معلوم، محمد بن سعد کی روایت ہے کہ کوفہ میں مسجد جامع کے قریب قصر الامارۃ میں دفن ہوتے۔

عبد الملک راوی کا بیان ہے کہ میں حافظ ابو نعیم کے پاس بیٹھا تھا کہ کچھ سوار وہاں سے گزرے، میں نے کہا یہ لوگ کہاں جاتے ہیں، کسی نے کہا علی بن ابی طالب کے مزار کو جاتے ہیں، حافظ ابو نعیم نے میری طرف مخاطب ہو کر کہا کذبوا نقله ابنه الحسن الی المدینة، یہ لوگ کاذب ہیں ان کو ان کے بیٹے حسن رضؓ نے مدینہ منتقل کردیا ہے، شریک کا یہ قول حدیث بغوی میں ہے، نقله واللہ الحسن ابن علی الی المدینة، واللہ حسن بن علی رضؓ نے ان کو مدینہ منتقل کردیا، اس مضمون کی اور متعدد

(بقیہ حاشیہ ۲۵) ان کا شمار ہے۔ چنانچہ مستدرک میں حاکم نے ان سے بکثرت روایتیں کی ہیں اور جابجا ان کی روایات کو صحیح کہا ہے اور حاکم کی تصحیح کو حافظ ذہبیؒ نے بھی تلخیص مستدرک میں قبول کیا ہے (ملاحظہ ہو مستدرک حاکم ج۔۱ ص ۱۴ و ۲۷ و ۲۵۹ و ۳۲۲ و ۴۱۵ و ۴۲۳ و ۵۱۱ و ج۔۲ ص ۹۲ و ۱۲۱ و ۱۵۴ و ۲۵۱ و ۵۰۳ و ج۔۳ ص ۶۲ و ۱۳۰ و ۱۴۹ و ۱۵۵ و ۲۵۴ و ۳۲۶ و ج۔۴ ص ۱۲۱ و ۱۴۱ و ۱۶۲ و ۱۸۲ و ۲۰۹ و ۲۱۰ و ۲۷۸ و ۳۲۶ و ۴۲۶ و ۴۷۸) اس لئے دار قطنی کی کسی عبارت کا الٹا سلٹا مطلب سمجھ کر ان کو مجروح قرار دینا بڑی نادانی اور جسارت ہے۔ (محمد عبد الرشید نعمانی)

Marfat.com

روایتیں ہیں۔

حافظ ابو نعیم سے خطیب نے روایت کی ہے کہ ابو جعفر الحضرمی مطین اس کے منکر تھے کہ جو مصنوعی قبر کوفے کی بلندی پر ہے وہ حضرت علیؓ کی قبر ہو، اور یہ بھی کہتے تھے کہ شیعوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ قبر کس کی ہے تو وہ سنگسار کر دینگے، یہ قبر مغیرہ بن شعبہؓ کی ہے، اگر یہ قبر علیؓ کی ہوتی تو میں اس کو اپنا ملجا و ماوی بنا لیتا۔

حضرت امام حسینؓ کی قبر کے متعلق لکھا ہے، احمد بن سعید الحمّال سے روایت ہے، سالتُ ابانعیم عن زیارۃ قبر الحسین فکانہ انکران یعلواین قبرہ۔ میں نے ابو نعیم سے زیارۃ قبر حسینؓ کی بابت دریافت کیا تو ان کے بیان سے ایسا معلوم ہوتا کہ ان کو اس کا علم نہ تھا کہ ان کی قبر کہاں ہے، صحابہ کرامؓ کے ذکر کے سلسلے میں پانچواں نمبر حضرت عبداللہؓ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ذکر کا ہے، اثنائے ذکر میں لکھا ہے، حضرت عمرؓ نے ان کو کوفہ قرآن اور شرائع واحکام کی تعلیم کے لئے بھیجا، فبث عبداللہ فیھم علما کثیرا وفقہ منھم جما غفیرًا، کوفہ پہنچ کر عبداللہؓ نے کوفیوں میں بکثرت علم پھیلایا، اور ایک گروہ کثیر ان کی تعلیم سے فقیہ بنا، خاکسار کہتا ہے کہ یہی علم فقہ حنفی کی بنیاد ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ کے اخلاق اسلامی کی وسعت کا ایک واقعہ اس زمانہ میں شمع ہدایت بن سکتا ہے علقمہؓ راوی ہیں کہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ مداین نکلا، راستے میں ایک مجوسی بھی ہمارے ساتھ ہو لیا، آگے چل کر عبداللہ بن مسعودؓ کسی ضرورت سے ہم سے الگ ہو گئے، واپس آئے تو مجوسی دوسرے راستے پر جا چکا تھا، یہ دیکھ کر اس راستے پر جا کر اس سے ملے اور سلام کیا، اور فرمایا، ان للصحبۃ حقًّا "رفاقت کا بڑا حق ہے"، کاش اس واقعے کو سن کر ہمارے سینے کشادہ ہو جائیں۔

تراجم صحابہ کرامؓ کا ذکر صفحہ ۲۱۲ پر ختم ہونے پر کتاب اپنے موضوع کی طرف رجوع کرتی ہے، اور اہل بغداد کا ذکر شروع ہوتا ہے، خطیب لکھتے ہیں:۔

"اس سلسلے میں خلفاء، اشراف، کبراء، قضاۃ، فقہاء، محدثین، قراء، زہاد، صلحاء، متادبین، شعرائے اہل مدینۃ السلام کا مذکور ہے، اہل مدینۃ السلام سے وہ مراد ہیں جو وہاں پیدا ہوتے یا دوسری

جگہ سے آکر وہاں بسے، ان کا بھی ذکر ہے جو بغداد چھوڑ کر دوسری جگہ فوت ہوئے، وہ بھی مذکور ہیں جو اس کی نواحِ قریب میں ساکن تھے یا وہاں آکر رہے، ان کی کنیت، ان کا نسب، مشہور واقعات، حسب، اخبارِ نیک، مدّۃ عمر، تاریخ وفات، حالات بقدر اپنی معرفت وعلم کے درج کئے ہیں، اسی کے ساتھ ان کے متعلق ثنا ومدح وذم وقدح، قبول ورد اور تعدیل وجرح کے جو الفاظ محفوظ ہیں وہ نقل کردیتے ہیں، اور حروفِ معجم کی ترتیب ملحوظ ہے، تاکہ مطلب بآسانی حاصل ہو سکے، بعض اوقات کسی بلند پایہ کتاب میں کوئی اہم مضمون نظر سے گزرا دوسرے وقت تلاش کیا، بہت وقت صرف کیا، نہ ملا، چھوڑ دیا، حالانکہ ضرورت وحاجت باقی رہی، اسی لئے حروفِ تہجی کی ترتیب اختیار کی۔"

نام مبارک سے برکت حاصل کرنے کے لحاظ سے اوّل ان صاحبوں کا ذکر ہے جن کا نام محمد تھا، اس کے بعد حروفِ تہجّی کی پابندی کی ہے، اسی ضمن میں حافظ تمیمیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ طالبِ حدیث پر لازم ہے کہ سب سے اوّل اپنے شہر کی کتبِ حدیث اور ان کے مؤلفین کے حال سے آغاز کرے، ان کی فہم میں ملکۂ تامّہ بہم پہنچائے جس سے صحیح وسقیم وغیرہ کی معرفتِ تامّہ حاصل ہو، اس کے بعد دوسرے شہروں کو لے۔

رجالِ تذکرہ کے حالات کے ضمن میں بڑے بڑے علمی دقائق ومباحث مجتہدانہ ومحدّثانہ قوّت کے ساتھ حل ہوتے جاتے ہیں، جن سے علماء استفادہ کر سکتے ہیں، کاش اہلِ مطبع مطالب کی فہرست بھی مرتّب کر سکتے، جس طرح یورپ میں ہوتا ہے۔

اسم مبارک سے مسمّیٰ مشاہیر کے ۱۵۷۹ تذکرے تین جلدوں میں آئے ہیں، چوتھی جلد احمد نامی مشاہیر سے شروع ہوتی ہے، ـــــــ

ـــ

Marfat.com

ابو حنیفۃ النّعمان بن ثابتؒ

النعمان بن ثابت[۱]، ابو حنیفہ تیمی امام اصحاب الرآی، فقیہ اہلِ عراق، انس بن مالکؓ کو دیکھا[۲ع]، عطا بن ابی رباح، نافع مولے ابن عمر، حماد بن ابی سلیمان، ہشام بن عروہ، علقمہ بن مرثد وغیرہم سے سماعتِ حدیث کی، عبداللہ بن المبارک، وکیع بن الجراح، یزید بن ہارون، ابو یوسف القاضی، محمد بن حسن وغیرہم نے اُن سے روایت کی۔

نسب کی بابت منجملہ دیگر مختلف روایتوں کے امام صاحب کے پوتے اسمٰعیل بن حماد کی روایت ہے، کہ ہم ابنائے فارس سے ہیں، غلامی نے کبھی ہم کو مس نہیں کیا، (اہل البیت ادری بما فی البیت، شروانی)۔ ولادت ۸۰ھ، حلیہ میانہ قد، خوش رُو، خوش لباس، عطر کا استعمال بکثرت کرکے مکان سے برآمد ہونے پر فضا معطّر ہوجاتی، نیک صحبت، بڑے کرم کرنے والے، اپنے بھائیوں کے دلی غمخوار، خوش بیانی میں فائق، شیریں آواز، بلند ہمت،

علم | فقہ خاص کرسیکھی، حماد بن ابی سلیمان کے حلقۂ درس میں ان کے سوا کوئی اور اُستاد کے سامنے نہ بیٹھتا، دس برس ان کی صحبت میں رہے، ایک موقع پر اپنی جگہ ان کو بیٹھا کر حماد باہر گئے۔ یہ لوگوں کے سوالوں کا جواب دیتے رہے، ایسے مسئلے بھی آتے جو اُستاد سے نہ سُنے تھے، اُستاد کی واپسی پر مسائل مذکور

---

[۱] واضح ہو کہ خطیب بغدادی نے امام صاحبؒ کے حال میں پورے سو صفحے لکھے ہیں، مضمون ذیل میں مذاقِ حال کے مناسب مضامین اقتباس کرکے لکھے گئے ہیں (شروانی)

[۲] دیکھو اس کی تائید میں تذکرۃ الحفّاظ امام ذہبیؒ جلد اوّل، تہذیب التہذیب حافظ ابن حجر العسقلانیؒ الجزء العاشر، مرآۃ الجنان امام یافعیؒ۔ امام یافعیؒ چار صحابۂ کرامؓ کی روایت کے قائل ہیں[ع] (شروانی)

[ع] جناب محشّی کو غالباً یافعیؒ کی عبارت کے سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی، علّامہ یافعیؒ حضرت انسؓ کو دیکھنے کے قائل ہیں، لیکن کسی صحابی سے امام صاحبؒ کی روایتِ حدیث کے قائل نہیں۔ (محمد عبدالرشید نعمانی)۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لفظ رؤیت ہو، کاتب کی غلطی سے روایت لکھا گیا اور یونہی طبع ہوگیا (ناشر)

خدمت میں پیش کئے جو ساٹھ تھے، اُستاد نے چالیس سے اتفاق کیا، بیس سے اختلاف، شاگرد نے قسم کھائی کہ ساری عمر حاضر رہوں گا، چنانچہ اُستاد کی وفات تک ساتھ رہے، کُل زمانۂ رفاقت اٹھارہ برس تھا، اُستاد کے بیٹے اسمٰعیل کہتے ہیں کہ ایک بار والد سفر میں گئے اور کچھ دن باہر رہے، واپسی پر میں نے پوچھا، اباجان! آپ کو سب سے زیادہ کس کے دیکھنے کا شوق تھا (ان کا خیال تھا کہیں گے بیٹے کے دیکھنے کا) کہا ابو حنیفہ کے دیکھنے کا، اگر یہ ہو سکتا کہ میں کبھی نگاہ ان کے چہرہ سے نہ اُٹھاؤں تو یہی کرتا۔

محمد بن فضیل عابد بلخی نے روایت کی ہے کہ ابو حنیفہ نے بیان کیا کہ میں امیرالمؤمنین خلیفہ (ابوجعفر) منصور کے پاس گیا تو پوچھا تم نے علم کس سے حاصل کیا، مَیں نے کہا حماد سے، اُنھوں نے ابراہیم نخعی سے، اُنھوں نے عمرؓ بن الخطاب، علیؓ بن ابی طالب، عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عباسؓ سے، منصور نے سُن کر کہا، خوب خوب، ابو حنیفہ تم نے بہت مضبوط علم حاصل کیا، وہ سب کے سب طیّبین و طاہرین تھے، سب پر اللہ کی درُود۔

دوسری روایت میں ہے کہ خلیفہ منصور سے عیسیٰ بن موسیٰ نے کہا کہ یہ (ابو حنیفہ) آج دنیا کے عالم ہیں، پوچھا نعمان! علم کس سے حاصل کیا، جواب دیا، اصحابِ عمرؓ سے عمرؓ کا، اصحابِ علیؓ سے علیؓ کا، اصحابِ عبداللہؓ سے عبداللہؓ کا، اور ابن عباسؓ کے زمانہ میں اُن سے بڑھ کر عالم روئے زمین پر نہ تھا،

اعمش نے ایک بار ابو یوسفؒ سے پوچھا تمھارے رفیق ابو حنیفہؒ نے عبداللہؓ کا قول "عتق الامۃ طلاقہا" کیوں ترک کیا، جواب دیا کہ اس حدیث کی بنیاد پر جو آپ نے بواسطۂ ابراہیم و اسود عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ بریرہؓ جب آزاد کی گئیں تو ان کو اختیار دیا گیا، اعمشؒ یہ سُن کر تعجب میں رہ گئے اور کہا ابو حنیفہؒ بہت زیرک ہیں، ان اباحنیفۃ لفطن۔

عبادت و ورع عبداللہ بن المبارک کا قول ہے کہ میں نے کوفہ پہنچ کر پوچھا کہ کوفہ والوں میں سب سے زیادہ پارسا کون ہے، لوگوں نے کہا ابو حنیفہ، ان کا یہ بھی قول ہے کہ میں نے ابو حنیفہؒ سے زیادہ کوئی پارسا نہیں دیکھا، مارأیت احدا اورع من ابی حنیفۃ۔ تیسرا قول ہے کہ میں نے کسی کو ابو حنیفہؒ سے

Marfat.com

زیادہ پارسا نہیں پایا، حالانکہ دُرّوں سے، مال و دولت سے اُن کی آزمائش کی گئی (اپنے زمانہ میں امام صاحب کے سب سے زیادہ عابد و پارسا ہونے کی تائید میں اور بھی متعدد قول خطیب نے نقل کئے ہیں)۔

سفیان بن عُیینہ کا قول ہے کہ ہمارے وقت میں کوئی آدمی مکّہ میں ابو حنیفہؓ سے زیادہ نماز پڑھنے والا نہیں آیا، اُن کا یہ بھی قول ہے کہ وہ نماز اوّل وقت ادا کرتے تھے۔

ابو مطیع کا قول ہے کہ میں قیامِ مکّہ کے زمانے میں رات کی جس ساعت میں طواف کو گیا ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کو طواف میں مصروف پایا، ابو عاصم کا قول ہے کہ کثرتِ نماز کی وجہ سے ابو حنیفہؒ کو لوگ میخ (وتد) کہنے لگے تھے۔

شب بیداری و قرآن خوانی یحییٰ بن ایوب الزاہد کا قول ہے کہ کان ابوحنیفۃ لاینام اللیل، ابو حنیفہؒ شب بیدار تھے، اسد بن عمرو کا قول ہے کہ ابو حنیفہؒ شب کی نماز میں ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کر دیتے تھے، ان کے گریہ وزاری کی آواز سُنکر پڑوسیوں کو رحم آنے لگتا تھا، ان کا یہ بھی قول ہے کہ یہ روایت محفوظ ہے کہ اُنھوں نے جس مقام پر وفات پائی، وہاں سات ہزار کلام مجید ختم کئے تھے۔

ابو الجویریہ کا قول ہے کہ صحبتُ حماد بن ابی سلیمان ومحارب بن دثار وعلقمۃ بن مرثد وعون ابن عبد اللہ وصحبتُ اباحنیفۃ فما کان فی القوم رجل احسن لیلا من ابی حنیفۃ، لقد صحبت اشھرا فما منھا لیلۃ وضع فیھا جنبہٗ۔ میں حماد بن ابی سلیمان، محارب بن دِثار، علقمہ بن مرثد اور عون بن عبد اللہ کی صحبت میں بیٹھا ہوں اور ابو حنیفہؒ کی صحبت میں بھی رہا ہوں، میں نے اس جماعت میں کسی کو ابو حنیفہؒ سے بہتر شب گزار نہیں پایا، میں مہینوں ان کی صحبت میں رہا، اس تمام زمانے میں ایک رات بھی پہلو لگاتے نہیں دیکھا۔

مسعر بن کدام کا قول ہے کہ میں ایک رات مسجد میں داخل ہوا کہ کسی کے قرآن پڑھنے کی آواز کان میں آئی، جس کی شیرینی دل میں اثر کر گئی، جب ایک منزل ختم ہوئی تو مجھ کو خیال ہوا کہ اب رکوع کریں گے، اُنھوں نے ایک تہائی قرآن پڑھ لیا، نصف ختم کیا، اسی طرح پڑھتے رہے کہ کلام مجید ایک رکعت میں ختم ہو گیا، میں نے دیکھا تو وہ ابو حنیفہؒ تھے، خارجہ بن مصعب کہتے ہیں کہ خانہ کعبہ میں چار اماموں نے پورا

Marfat.com

قرآن پڑھا ہے عثمانؓ بن عفان، تمیم داریؒ، سعید بن جبیرؓ، اور ابو حنیفہؒ۔

زائدہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے ابو حنیفہؒ کے ساتھ عشاء کی نماز مسجد میں پڑھی، آدمی نماز پڑھ کر چلے گئے، ابو حنیفہؒ کو معلوم نہ ہوا کہ میں مسجد میں ہوں، حالانکہ تنہائی میں ایک مسئلہ میں اُن سے پوچھنا چاہتا تھا، انھوں نے کھڑے ہوکر نماز میں قرآن مجید پڑھنا شروع کیا، میں انتظار میں کھڑا سنتا رہا کہ فارغ ہوں تو مسئلہ پوچھوں، پڑھتے پڑھتے جب اس آیت پر پہنچے (فَمَنَّ اللّٰہُ عَلَیۡنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوۡمِ) تو اس کو بار بار پڑھنا شروع کیا، اسی آیت کی تکرار میں صبح ہوگئی، یہاں تک کہ مؤذن نے فجر کی اذان دیدی،

یزید بن الکمیت جو برگزیدہ لوگوں میں سے ہیں (وکان من خیار النّاس) کہتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ کے دل میں اللہ تعالےٰ کا خوف شدید تھا، ایک رات امام نے عشاء کی نماز میں سورۃ اذا زلزلت پڑھی، ابو حنیفہؒ جماعت میں تھے، جب نماز ختم کرکے آدمی چلے گئے، تو میں نے دیکھا کہ ابو حنیفہؒ فکر میں غرق بیٹھے ہیں، تنفّس جاری ہے، میں نے دل میں کہا چپکے سے اُٹھ چلو، ان کے شغل میں خلل انداز نہ ہو، چنانچہ قندیل روشن چھوڑ کر میں چلا آیا، اس میں تیل تھوڑا تھا، طلوع فجر کے وقت جب میں مسجد میں پھر آیا تو میں نے دیکھا کہ ابو حنیفہؒ اپنی داڑھی پکڑے کھڑے ہیں، اور کہہ رہے ہیں، یامن یجزی بمثقال ذرّۃ خیرٍ خیرًا ویامن یجزی بمثقال ذرّۃ شرٍّ شرًّا، اجر النّعمان عبدك من النّار وما یقرب منہا من السّوء وادخلہ فی سعۃ رحمتك، اے ذرّہ بھر نیکی کا اچھا بدلہ دینے والے، اور اے ذرّہ بھر بُرائی کا بدلہ دینے والے اپنے بندہ نعمان کو آگ سے اور اس کے لگ بھگ غذاب سے بچا ئیو، اور اپنی رحمت کی فضاء میں داخل کیجیو، میں نے اذان دی، آکر دیکھا تو قندیل روشن تھی اور وہ کھڑے ہوتے تھے، مجھ کو دیکھ کر کہا کیا قندیل لینا چاہتے ہو، میں نے کہا صبح کی اذان دے چکا، کہا جو دیکھا ہے اس کو چھپانا، یہ کہہ کر صبح کی سُنّتیں پڑھیں، اور بیٹھ گئے، میں نے تکبیر کہی تو جماعت میں شریک ہوئے، ہمارے ساتھ صبح کی نماز اوّل شب کے وضو سے پڑھی۔

القاسم بن معن کا بیان ہے کہ ایک رات ابو حنیفہؒ نے نماز میں یہ آیت پڑھی (بل السّاعۃ

موعدهم والساعة ادهیٰ وامرّ) بلکہ ان کا وعدہ قیامت پر ہے، اور قیامت بڑی آفت اور بہت تلخ ہے، تمام رات اس کو دُہراتے رہے، اور شکستہ دلی سے روتے رہے۔

عبادتِ شب اور کلام اللہ کی تلاوت کے متعلّق خطیب نے اور بھی بہت سی روایتیں لکھی ہیں، نمونہ کے لئے اُوپر کے بیان کافی ہیں، یہ بھی خیال ہے کہ ہم پست ہمت مُردہ دل ان کو اپنے حال پر قیاس کرکے مبالغہ اور بے اصل تصوّر نہ کر بیٹھیں۔

قیس بن ربیع کا قول ہے کہ ابو حنیفہؒ پرہیزگار، فقیہ، محسودِ خلائق تھے، جو اُن کے پاس التجا لے جاتا اس کے ساتھ بہت سا سلوک کرتے، بھائیوں کے ساتھ بکثرت احسان کرتے، انھی کا قول ہے کہ ابو حنیفہؒ مالِ تجارت بغداد بھیجتے، اس کی قیمت کا مال کوفہ منگواتے، سالانہ منافع جمع کرکے شیوخ محدّثین کے لئے ضرورت کی چیزیں خریدتے، خوراک اور لباس غرض جملہ ضروریات کا انتظام کرتے، اس سے جو روپیہ بچتا وہ نقد جملہ سامان کے ساتھ یہ کہہ ان کے پاس بھیجتے کہ "اس کو خرچ کرو اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی تعریف نہ کرو اس لئے کہ میں نے اپنے مال میں سے تم کو کچھ نہیں دیا، یہ اللہ تعالیٰ کا تمھارے معاملہ میں مجھ پر فضل ہے، کہ تمھاری قسمت کا نفع ہوا، یہ وہ فیض ہے، جو اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ سے تم کو پہنچاتا ہے، یہ ظاہر ہے کہ جو اللہ بخشے اس میں دوسرے کی قوّت کا کیا دخل ہوسکتا ہے۔"

ابو یوسفؒ کا قول ہے کہ ابو حنیفہؒ ہر سائل کی حاجت پوری کرتے تھے، ابو حنیفہؒ دربار کے عطیوں سے ہمیشہ بچتے رہے، خلیفہ منصور نے ان کو بدفعات تیس ۳۰ ہزار درہم دیئے، انکار میں برہمی کا اندیشہ تھا، کہا امیر المومنین میں بغداد میں غریب الوطن ہوں، اجازت دیجئے کہ خزانہ شاہی میں یہ رقم میرے نام سے جمع ہوتی رہے، منصور نے منظور کیا، وفات تک یہ رقم خزانے میں رہی، بعد وفات جب منصور نے یہ حال سُنا اور یہ بھی سُنا کہ امام صاحبؒ کی حفاظت میں لوگوں کے پچاس ۵۰ ہزار درہم امانت کے تھے جو بعد وفات بجنسہٖ واپس دیئے گئے، تو اس نے کہا ابو حنیفہؒ میرے ساتھ چال چل گئے۔

امانت داری مُسلّم تھی، وکیع کا قول ہے کہ، کان واللہ ابوحنیفۃ عظیم الامانۃ وکان اللہ فی قلبہٖ جلیلا وکبیرًا، واللہ ابو حنیفہؒ بڑے امین تھے، اللہ تعالیٰ کی جلالت اور کبریائی ان کے دل میں

Marfat.com

بھری ہوتی تھی، ان کا یہ بھی قول ہے کہ جب ابو حنیفہ رح اپنے بال بچوں کے لئے کپڑے بناتے تو انکی قیمت کے برابر صدقہ کردیتے، اور جب خود نیا کپڑا پہنتے تو اس کی قیمت کی برابر شیوخ علماء کے لئے لباس تیار کراتے، جب کھانا سامنے آتا تو اوّل اپنی خوراک کی مقدار سے دونا نکال کر کسی محتاج کو دیدیتے۔

صفائی معاملہ اس واقعہ سے معلوم ہوگی، ایک بار کپڑے کے تھانوں میں سے ایک تھان میں نقص تھا، اپنے شریک حفص کو ہدایت کی کہ جب یہ تھان بیچو تو اس کا عیب جتا دینا، وہ بھول گئے، سارے تھان بک گئے، یہ بھی یاد نہ رہا کہ عیب والا تھان کس کے ہاتھ فروخت کیا، ان کو معلوم ہوا تو سارے تھانوں کی قیمت خیرات کردی، خود حفص کے بیٹے علی نے یہ روایت کی ہے۔

ابن صہیب کا قول ہے کہ ابو حنیفہ رح اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:۔

عطاء ذی العرش خیر من عطائکم — وسیبہ واسع یرجی وینتظر

انتم یکدر ما تعطون منکم — واللہ یعطی بلا منٍّ ولا کدر

عرش کے مالک کی بخشش تمہاری بخشش سے بہتر ہے، اور اس کا جود بہت وسیع ہے کہ سب اس کے امیدوار و منتظر ہیں، تمہاری بخشش کو تمہارا احسان جتانا مکدّر کردیتا ہے، اللہ تعالیٰ کی عطاء میں نہ احسان رکھنا ہے نہ کدورت۔

وفورِ عقل، زیرکی اور باریک نظری

یہ عنوان خطیب نے مستقل قائم کیا ہے، عبداللہ بن مبارک نے سفیان ثوری سے کہا کہ اے ابو عبداللہ! ابو حنیفہ رح غیبت سے کسی قدر دور بھاگتے ہیں، میں نے کبھی ان کو کسی کی غیبت کرتے نہیں سنا، واللہ ابو حنیفہ رح کی عقل اس سے بڑھ کر ہے، کہ وہ اپنی نیکیوں پر ایسی بلا مسلّط کریں جو اُن کو فنا کردے۔

علی بن عاصم کا قول ہے کہ اگر ابو حنیفہ رح کی عقل روئے زمین کے آدھے آدمیوں کی عقل سے تولی جاتے تو اس کا پلّہ بھاری رہے گا، خارجہ بن مصعب نے ایک موقع پر ابو حنیفہ رح کے ذکر کے سلسلے میں کہا کہ میں نے ایک ہزار علماء دیکھے ہیں ان میں تین یا چار عاقل پائے، ان میں سے ایک ابو حنیفہ رح ہیں، یزید بن ہارون کا قول ہے کہ میں نے بہت آدمی دیکھے کسی کو ابو حنیفہ رح سے زیادہ

Marfat.com

عاقل، زیادہ فاضل اور زیادہ پارسا نہیں پایا، محمد بن عبداللہ انصاری کا قول ہے کہ ابوحنیفہؒ کی عقل ان کے کلام، ارادہ، نقل و حرکت سے عیاں ہوتی تھی، کان ابوحنیفۃ یتبین عقلہ من منطقہ ومشیتہ ومدخلہ ومخرجہ۔

ایک بار ابوحنیفہؒ خلیفہ منصور کے پاس گئے، حاجب ربیع نے (جس کو ان سے مخالفت تھی) کہا ابوحنیفہؒ حاضر ہیں جو خلیفہ کے دادا عبداللہ بن عباس کی مخالفت کرتے ہیں، ان کا قول تھا کہ قسم کھا کر انسان اگر ایک دن یا دو دن کے بعد استثناء کرلے تو جائز ہے، یہ کہتے ہیں کہ نہیں وہی استثناء جائز ہوگا جو قسم کے ساتھ ساتھ کیا جائے، ابوحنیفہؒ نے کہا، امیرالمومنین! ربیع کا خیال فاسد یہ ہے کہ آپ کی فوج پر آپ کی بیعت کی پابندی نہیں، اس لئے کہ وہ آپ کے سامنے عہد کرتے ہیں، گھر جاکر اس سے استثناء کرلیتے ہیں، لہٰذا بیعت کا حلف باطل ہوجاتا ہے، منصور یہ سنکر ہنس پڑا، اور کہا دیکھ ربیع! ابوحنیفہؒ کے منہ مت لگ، باہر نکل کر ربیع نے شکایت کی کہ تم نے تو میرا خون ہی بہادیا تھا، ابوحنیفہؒ نے کہا تم نے میرے قتل کا سامان کیا تھا، میں نے تم کو بھی بچالیا، اور اپنی جان بھی بچائی۔

عبداللہ بن المبارک کا قول ہے کہ میں نے حسن بن عمارہ کو دیکھا کہ ابوحنیفہؒ کی رکاب تھامے ہوئے کھڑے کہتے تھے، واللہ ہم نے کوئی انسان نہیں دیکھا کہ جو فقہ میں تم سے زیادہ بالغ النظر ہو یا زیادہ صابر ہو یا زیادہ حاضر جواب ہو، تم اپنے وقت کے مسلّم پیشوا ہو، تم پر جو اعتراض کرتے ہیں وہ حاسد ہیں۔

حق پر استقامت سہل بن مزاحم کا قول ہے کہ دنیا ابوحنیفہؒ کے قدموں پر گری، انھوں نے آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا، اس کے لینے پر کوڑوں کے ذریعہ سے مجبور کئے گئے، مگر قبول نہ کیا۔

دو مرتبہ ابوحنیفہؒ نے حق کی حفاظت پر جسمانی تکلیفیں برداشت کیں، اوّل مرتبہ بنوامیہ کے زمانے میں، جب ابن ہبیرہ عامل کوفہ نے کوفہ کی قضاء کا عہدہ قبول کرنے پر ان سے اصرار کیا، انکار پر سو کوڑے لگوائے، بالآخر چھوڑ دیا، ہر روز دس کوڑے مارے گئے، ایک دن کوڑے

Marfat.com

لگنے کے دوران میں روتے، چھوٹنے کے بعد رونے کا سبب کسی نے پوچھا تو کہا کہ مجھ کو اپنی والدہ کے صدمہ کا خیال آیا جو کوڑوں سے زیادہ ایذارساں تھا، اس پر رویا، احمد بن حنبل رح اپنی مصیبت کے بعد جب ابو حنیفہ رح کی مصیبت کا ذکر کرتے روتے اور ان کے لئے رحمت کی دعا کرتے، دوسری مرتبہ خلیفہ منصور نے اسی عہدہ کے قبول کے لئے بغداد بلایا، اور اصرار کیا، ابو حنیفہ رح انکار کرتے رہے، خلیفہ نے قسم کھا کر کہا کہ کرنا ہوگا، انھوں نے انکار پر قسم کھائی، یہ بھی مکرر ہوا، حاجب ربیع نے موقع پاکر کہا کہ ابو حنیفہ رح امیر المؤمنین بار بار قسم کھاتے ہیں، پھر بھی تم انکار کئے جاتے ہو، جواب دیا، امیر المؤمنین کو قسم کا کفارہ دیدینا مجھ سے زیادہ آسان ہے، بالآخر منصور نے قید کا حکم دیدیا، دورانِ قید میں ایک دن بلاکر پھر فرمائش کی، انھوں نے کہا" اصلح اللہ امیر المؤمنین ما انا اصلح للقضاء خدا امیر المؤمنین کا بھلا کرے، میں عہدۂ قضاء کی صلاحیت نہیں رکھتا، منصور نے کہا تم جھوٹے ہو جواب دیا خود امیر المؤمنین نے میری تصدیق کر دی، کہ مجھ کو جھوٹا کہا، اگر میں فی الواقع جھوٹا ہوں تو عہدۂ قضاء کے قابل نہیں، اور اگر سچا ہوں تو میں کہہ چکا کہ مجھ میں یہ صلاحیت نہیں، منصور نے یہ سنکر پھر قید خانے بھیجدیا، اسی قید خانہ میں چھ دن علیل رہکر ۱۵۰ھ میں وفات پائی، ستر برس کی عمر تھی، ابن جریج رح نے خبر وفات سنکر انا للہ پڑھی، اور کہا ای علم ذھب کیسا علم اٹھ گیا،

فقہ ابو حنیفہ | اس کا بھی مستقل باب ہے۔

حدیث :- لاتقوم الساعۃ حتی یظھر العلم" کی تفسیر میں حسن بن سلیمان نے کہا ہے کہ وہ علم ابو حنیفہ رح کا علم ہے اور وہ شرح جو انھوں نے احادیث کی کی ہے، خلف بن ایوب کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ سے علم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا، آپ نے صحابہ رض کو پہنچایا، صحابہ رض نے تابعین رح کو تابعین رح کے بعد ابو حنیفہ رح اور اُن کے اصحاب کو ملا، اس پر کوئی خوش ہو یا ناراض

ابنِ عیینہ کا قول ہے کہ میری آنکھ نے ابو حنیفہ رح کا مثل نہیں دیکھا۔

ایک موقع پر عبداللہ بن مبارک نے کہا ابو حنیفہ رح اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی (آیت) تھے، کسی نے کہا خیر کی یا شر کی، کہا خاموش، شر کے واسطے غایت اور خیر کے واسطے آیت کا لفظ استعمال

ہوتا ہے، یہ کہہ کر یہ آیت پڑھی " وجعلنا ابن مریم و امّہ ٗ ایۃ " ابن مبارکؒ کا یہ قول بھی ہے، کوئی مجلس ابو حنیفہؒ سے زیادہ باوقار نہ تھی، اُن کی شان فقہاء کی تھی، نیک طریقہ، خوبصورت، خوش لباس تھے، ہم ایک روز جامع مسجد میں تھے، ایک سانپ ابو حنیفہؒ کی گود میں آپڑا، لوگ ڈر کر بھاگ گئے، ان کو میں نے دیکھا کہ بدستور بیٹھے رہے، سانپ کو جھٹک کر پھینک دیا، اُن کا یہ قول بھی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میری مدد ابو حنیفہؒ اور سفیانؒ کے ذریعے سے نہ کی ہوتی تو میں عام آدمیوں کی طرح ہوتا، لولا انّ اللہ اغاثنی بابی حنیفۃ وبسفیان کنتُ کسائر النّاس۔

عبداللہ بن مسعود کے پڑوتے قاسم سے کسی نے کہا کیا تم ابو حنیفہؒ کے تلامذہ میں داخل ہونا پسند کرتے ہو، جواب دیا ان کی محفل سے زیادہ فیض رساں کوئی مجلس نہیں ہے، چلو تم بھی چل کر دیکھ لو، چنانچہ وہ شخص ان کے ساتھ گیا، مجلس میں بیٹھا تو وہیں کا ہو رہا اور کہا میں نے اس سے بہتر صحبت نہیں پائی۔

عبداللہ بن المبارک کا قول ہے کہ میں اوزاعی سے ملنے شام گیا، بیروت میں اُن سے ملاقات ہوئی، مجھ سے کہا کہ اے خراسانی کوفہ میں یہ کون بدعتی پیدا ہوا ہے، یہ سُنکر میں مکان پر آیا، ابو حنیفہؒ کی کتابیں نکالیں اور ان میں سے چیدہ چیدہ مسائل چھانٹ کر نکالے، اس میں تین دن لگ گئے، تیسرے روز ان کے پاس پھر گیا، وہ مسجد کے مؤذن بھی تھے، امام بھی، میرے ہاتھ میں کتاب دیکھ کر کہا یہ کیا ہے، میں نے ہاتھ بڑھا کر حوالہ کردی، انھوں نے ایک مسئلہ پر نظر ڈالی جس پر لکھا تھا، قال النعمان، اذان کہہ کر کھڑے کھڑے پہلا حصّہ پڑھ لیا، پڑھ کر کتاب آستین میں رکھ لی، پھر تکبیر کہہ کر نماز پڑھی، نماز پڑھ کر کتاب نکالی اور سب پڑھ لی، دیکھ کر کہا یہ نعمان بن ثابت کون ہیں، میں نے کہا ایک شیخ ہیں، جن سے عراق میں ملاقات ہوئی تھی، کہا بڑی شان کے شیخ ہیں، جاؤ اور اُن سے بہت سا فیض حاصل کرو، میں نے کہا یہ وہی ابو حنیفہؒ ہیں جن سے مجھ کو آپ نے روکا تھا،

Marfat.com

مسعر بن کدام کا قول ہے، کوفہ میں صرف دو۲ آدمیوں پر مجھ کو حسد (رشک) ہے، ابو حنیفہؒ پر اُن کے فقہ کی وجہ سے اور حسن بن صالح پر اُن کے زہد کی وجہ سے، ابراہیم (بن زبرقان) سے روایت ہے کہ ایک بار ہم مسعر بن کدام کے پاس بیٹھے تھے کہ ابو حنیفہؒ وہاں سے گزرے، تھوڑی دیر ٹھہر کر مسعر کو سلام کیا، اور چلے گئے، کسی نے کہا ابو حنیفہؒ کس قدر جھگڑالو ہیں، یہ سُنکر مسعر سنبھل کر بیٹھ گئے، اور کہا، سمجھ کر بات کرو، میں نے ابو حنیفہؒ کو جب کسی سے بحث کرتے دیکھا، اُنہی کو غالب پایا۔

اسرائیل کا قول ہے کہ نعمان اچھے آدمی تھے، اُن سے زیادہ کسی کو وہ حدیثیں یاد نہ تھیں جن میں فقہ ہے، نہ ان سے زیادہ کسی نے کاوش کی تھی، نہ اُن سے زیادہ حدیث کی فقہ کا کوئی جاننے والا تھا، انھوں نے حدیثیں حماد سے یاد کی تھیں، اور خوب یاد کی تھیں، اسی لئے خلفاء و اُمراء و وزراء نے ان کی عزت کی، جو شخص فقہ میں ان سے بحث کرتا اس کی جان مشکل میں پڑ جاتی۔ مسعر کا قول تھا کہ جو کوئی اپنے اور اللہ کے درمیان ابو حنیفہؒ کو واسطہ کرے گا، مجھ کو امید ہے کہ اس کو خوف نہ ہوگا، اور اُس نے احتیاط کا حق ادا کر دیا ہوگا۔

عبدالرزاق کا بیان ہے کہ ہم معمر کے پاس تھے کہ ابن المبارک پہنچے، ان کے آنے پر معمر نے کہا، میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو فقہ پر ابو حنیفہؒ سے زیادہ معرفت کے ساتھ کلام کر سکے، یا اُن سے زیادہ قیاس پر اور لوگوں کے لئے فقہ کی راہیں کھولنے پر قادر ہو، نہ میں نے ان سے زیادہ کسی کو اس پر خائف پایا کہ اللہ کے دین میں کوئی بات بے تحقیق داخل کریں۔ ابو جعفر (رازی) کا قول ہے کہ میں نے ابو حنیفہؒ سے زیادہ فقیہ اور پارسا کسی کو نہیں دیکھا۔

فضیل بن عیاض کا قول ہے، ابو حنیفہؒ مرد فقیہ تھے، فقہ میں معروف، پارسائی میں مشہور، بڑے دولتمند، ہر صادر و وارد کے ساتھ بہت سلوک کرنے والے، شب و روز صبر کے ساتھ تعلیم میں مصروف رہتے، رات اچھی گزارنے والے، خاموشی پسند، کم سخن، جب کوئی مسئلہ حلال یا حرام کا پیش آتا تو کلام کرتے، اور ہدایت کا حق ادا کر دیتے، سلطانی مال سے بھاگنے والے، ابن صباح نے ابن کرم کی خدمت پر

فضیل بن عیاض کا یہ قول اور زیادہ کیا ہے، جس وقت کوئی مسئلہ اُن کے سامنے آتا تو اس کے باب میں اگر کوئی صحیح حدیث ہوتی تو اس کی پیروی کرتے، اگرچہ وہ صحابہؓ یا تابعینؒ کی حدیث ہوتی ورنہ قیاس کرتے اور بہت اچھا قیاس کرتے۔

ابو یوسفؒ کا قول ہے، میں نے حدیث کے معنی یا حدیث کے فقہی نکات جاننے والا ابو حنیفہؒ سے زیادہ نہیں دیکھا، ان کا یہ بھی قول ہے کہ میں نے جس مسئلہ میں ابو حنیفہؒ سے مخالفت کی اور غور کیا تو مجھ کو معلوم ہوا کہ ان کا مذہب آخرت کی نجات کے واسطے زیادہ کارآمد تھا، میں اکثر حدیث کی جانب جھکتا حال یہ تھا کہ وہ حدیث صحیح میں مجھ سے زیادہ بصیرت رکھتے تھے، ان کا یہ بھی قول تھا کہ میں ابو حنیفہؒ کے لئے اپنے باپ سے پہلے دعا کرتا ہوں۔

حماد بن زید کا قول ہے کہ میں نے حج کا ارادہ کیا، اور ایوب کے پاس رخصت ہونے گیا، اُنھوں نے کہا، میں نے سُنا ہے کہ اہل کوفہ کے فقیہ، مرد صالح، یعنی ابو حنیفہؒ اس سال حج کو آئیں گے، جب ان سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہنا۔

ابو بکر بن عیاش کا قول ہے کہ سفیان کے بھائی عمر بن سعید کا انتقال ہوا تو سفیان کے پاس ہم تعزیت کیلئے گئے، مجلس آدمیوں سے بھری ہوئی تھی، عبداللہ بن ادریس بھی وہاں تھے، اسی عرصہ میں ابو حنیفہؒ مع اپنی جماعت کے وہاں پہنچے، سفیان نے ان کو دیکھا تو اپنی جگہ خالی کی، کھڑے ہو کر ان سے معانقہ کیا، اپنی جگہ اُن کو بٹھایا، خود سامنے بیٹھے، یہ دیکھ کر مجھ کو سخت غصہ آیا، ابن ادریس نے مجھ سے کہا، کمبخت دیکھتا نہیں۔ ہم یہاں تک بیٹھے رہے کہ آدمی متفرق ہو گئے، اب میں نے سفیان سے کہا کہ اے ابو عبداللہ! آج آپ نے ایک ایسا کام کیا جو مجھ کو بُرا معلوم ہوا، نیز ہمارے دوسرے ساتھیوں کو، پوچھا کیا بات، میں نے کہا، آپ کے پاس ابو حنیفہؒ آئے اُن کے لئے آپ کھڑے ہوئے، اپنی جگہ بٹھایا، ان کے ادب میں مبالغہ کیا یہ ہم لوگوں کو ناپسند ہوا، کہا تم کو یہ کیوں ناپسند ہوا، وہ علم میں ذی مرتبہ شخص ہیں، اگر میں اُن کے علم کے لئے نہ اُٹھتا تو ان کے سن وسال کیلئے اُٹھتا، اور اگر ان کے سن وسال کے لئے نہ اُٹھتا تو ان کی فقہ کے واسطے اُٹھتا،

Marfat.com

اگر فقہ کے لئے نہ اُٹھتا تو ان کے تقوای کے واسطے اُٹھتا، راوی کا بیان ہے کہ انھوں نے مجھ کو ایسا ساکت کیا کہ جواب نہ بن آیا،

ابو مطیع کا قول ہے کہ میں نے کسی محدّث کو سفیان ثوریؒ سے زیادہ فقیہ نہیں دیکھا، ابو حنیفہؒ ان سے بھی زیادہ فقیہ تھے، یزید بن ہارون نے اس سوال کے جواب میں کہ دونوں میں کون زیادہ فقیہ ہے، کہا سفیان ثوری حفظِ حدیث میں بڑھے ہوتے ہیں، ابو حنیفہؒ فقہ میں، ایسا ہی ایک قول ابو عاصم نبیل کا ہے۔

ابن المبارک کا قول ہے کہ اگر حدیث معلوم ہو اور رائے کی ضرورت ہو تو مالکؒ، سفیانؒ اور ابو حنیفہؒ کی رائے ماننی چاہیئے، ابو حنیفہؒ کی نظر زیرکی میں ان سے بہتر اور باریک تر ہے، فقہ میں زیادہ گہری جاتی ہے، اور وہ ان تینوں میں زیادہ فقیہ ہیں۔ ان کان الاثر قد عرف واحتیج الی الرأی فرأی مالك وسفیان وابی حنیفة، وابو حنیفة احسنھم وادقھم فطنة واغوصھم علی الفقه وھو افقه الثلاثة۔

محمد بن بشر کا قول ہے کہ میں ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ دونوں کے پاس جاتا تھا، جب ابو حنیفہؒ کے پاس جاتا پوچھتے کہاں سے آئے، سفیان کا نام سُن کر کہتے، تم ایسے شخص کے پاس سے آتے ہو کہ اگر آج علقمہ اور اسود زندہ ہوتے تو سفیان کے محتاج ہوتے، جب سفیان سوال کے جواب میں سُنتے کہ ابو حنیفہؒ کے پاس سے آیا ہوں، تو کہتے تم ایسے شخص کے پاس سے آتے ہو جو رُوئے زمین پر سب سے زیادہ فقیہ ہے۔

عبداللہ بن داؤد الخریبی کا قول ہے، کہ اہلِ اسلام پر واجب ہے کہ نماز کے بعد ابو حنیفہؒ کے حق میں اُس حفاظت کے صلے میں جو انھوں نے سُنّت اور فقہ کی کی ہے، دعائے خیر کریں۔

نضر بن شمیل کا قول ہے کہ لوگ علم فقہ سے غافل تھے، ابو حنیفہؒ کی عقدہ کشائی، تشریح و تلخیص نے چونکا دیا۔

یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ میں نے یحیی القطان کو کہتے سُنا، ہم اللہ کا نام لے کر جھوٹ نہ بولیں گے

ہم ابو حنیفہؒ کی رائے میں سے اکثر چیزیں اختیار کر لیتے ہیں، یہ بھی ان کا قول یحییٰ بن معین نے نقل کیا ہے کہ ہم خدا کا نام لے کر جھوٹ نہ بولیں گے، ابو حنیفہؒ سے بہتر رائے ہم نے کسی کی نہیں پائی، اور ہم نے ان کے اکثر اقوال اختیار کر لئے ہیں، یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید (قطان) فتویٰ میں کوفیوں کے قول کی جانب جاتے تھے، اور کوفیوں کے اقوال میں سے ابو حنیفہ کا قول لیتے تھے، اور اُن کے معاصروں میں سے ان کی رائے کا اتباع کرتے تھے۔

امام شافعیؒ کے حسب ذیل اقوال فقہ حنفی کے متعلق نقل کئے ہیں۔

الناس عیال علی ابی حنیفة فی الفقه — لوگ[1] فقہ میں ابو حنیفہؒ کے محتاج ہیں۔

ما رأیت افقه من ابی حنیفة۔ — میں[2] نے ابو حنیفہؒ سے بڑھ کر فقیہ نہیں دیکھا،

جو[3] شخص فقہ میں متبحر ہونے کا ارادہ کرے وہ ابو حنیفہؒ کا محتاج ہے۔

کان ابو حنیفة ممّن وفق له الفقه۔ — ابو حنیفہؒ[4] ان لوگوں میں سے تھے جن کو فقہ میں حق کے ساتھ موافقت بخشی گئی ہے۔

جو[5] شخص فقہ سیکھنا چاہے اس کو ابو حنیفہؒ اور ان کے شاگردوں کا دامن پکڑنا چاہیئے، اس لئے کہ سارے انسان فقہ میں ابو حنیفہؒ کے محتاج ہیں۔

یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ میرے نزدیک قرأت حمزہ کی قرأت ہے اور فقہ ابو حنیفہ کی فقہ ہے۔

سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ میرا گمان یہ تھا کہ دو چیزیں کوفے کے پل کے اُدھر نہ جائیں گی، مگر وہ آفاق پر چھا گئیں، حمزہ کی قرأت، اور ابو حنیفہؒ کی رائے۔

جعفر بن الربیع کا قول ہے، پانچ سال میں ابو حنیفہؒ کے پاس رہا، اُن سے زیادہ خاموش آدمی میں نے نہیں دیکھا، جب کوئی مسئلہ پیش آتا اس وقت کھلتے اور سیل دریا کی طرح رواں ہوتے۔

حکم بن ہشام الثقفی سے کسی نے ابو حنیفہؒ کی نسبت رائے پوچھی تو اُنھوں نے کہا ابو حنیفہ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبلے سے نہیں نکالتے تھے جب تک کہ وہ خود اسی دروازہ سے نہ نکل جاتے، جس سے وہ داخل ہوا تھا، وہ بہت بڑے امین تھے، ہمارے سلطان نے چاہا کہ اُن کو

Marfat.com

خزانے کی کنجیاں سپرد کرنے، نہ ماننے کی صورت میں دُرّوں کی دھمکی دی، انھوں نے انسانی عذاب کو بمقابلہ اللہ کے عذاب کے پسند کیا۔

ابن مزاحم کا قول ہے، ابوحنیفہؒ اکثر یہ کہا کرتے تھے، اللھم من ضاق بنا صدرہ فان قلوبنا قد اتسعت لہ، بارالہا جو لوگ ہماری طرف سے تنگ دل ہیں، ہمارے دل ان کیلئے کشادہ ہیں۔

حسن بن زیاد اللؤلؤی کا قول ہے، میں نے ابوحنیفہؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہمارا قول رائے ہے، اور وہ ہماری قدرت کی بہترین صورت ہے، جو اس سے بہتر بیان کرے، وہ ہم سے زیادہ باصواب ہے۔

وکیع کا قول ہے کہ ایک روز میں ابوحنیفہؒ کے پاس گیا تو وہ سر جھکائے ہوئے غور کر رہے تھے، مجھ کو دیکھ کر کہا کہاں سے آتے، میں نے کہا، شریک کے پاس سے، یہ سنکر سر اٹھایا اور یہ شعر پڑھے۔

ان یحسدونی فانی غیر لائمھم   قبلی من الناس اھل الفضل قد حسدوا

فدام لی ولھم مابی ومابھم   ومات اکثرنا غیظا بما یجد

اگر لوگ مجھ پر حسد کرتے ہیں تو کریں میں ان کو ملامت نہیں کرنے کا، مجھ سے پہلے بھی انسانوں میں سے اہل فضل پر حسد کیا گیا ہے، وہ اپنے حال پر قائم رہیں، میں اپنے حال پر، ہم میں سے اکثر حالات پر غصہ کھا کر مر گئے ہیں، یہ بیان کرکے وکیع نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ شریک کی طرف سے کوئی بات ابوحنیفہؒ کے کان تک پہنچی تھی۔

ایک اور قول جو اس موقع کے مناسب ہے ہم تاریخ خطیب کے ایک دوسرے مقام سے (امام ابویوسفؒ کے حالات میں سے) یہاں نقل کرتے ہیں۔

ایک روز وکیع کی مجلس میں کسی نے کہا ابوحنیفہؒ نے خطا کی، وکیع نے کہا ابوحنیفہ کس طرح خطا کرسکتے ہیں، حالانکہ ابویوسف وزفر جیسے صاحب قیاس، اور یحیی بن ابی زائدہ اور حفص بن غیاث اور حبان اور مندل جیسے حافظان حدیث، اور القاسم بن معن سا لغت اور ادب کا جاننے والا، اور داؤد الطائی اور فضیل بن عیاض جیسے زاہد و پارسا ان کے ساتھ ہیں، جسکے ایسے ہمنشین ہوں وہ غلطی نہیں کرسکتا، اگر کبھی غلطی کرجاتے اسکے جلیس رد کردینگے۔

Marfat.com

جرح ۴۴ صفحات پر مناقب بیان کرنے کے بعد خطیب نے وہ اقوال لکھے ہیں جو امام صاحب کے خلاف کہے گئے ہیں، ان اقوال کو نقل کرنے سے پہلے خطیب نے یہ تمہید بیان کی ہے۔

والمحفوظ عند نقلة الحدیث عن الائمة المتقدمین وھؤلاء المذکورین منھم فی ابی حنیفة خلاف ذلك وکلامھم فیه کثیر لامور شنیعة حفظت علیه یتعلق بعضھا باصول الدیانات وبعضھا بالفروع، نحن ذاکروھا، بمشیئة اللہ ومعتذرون علی من وقف علیھا وکرہ سماعھا بان ابا حنیفة عندنا مع جلالة قدرہ اسوۃ غیرہ من العلماء الذین دوّنّا ذکرھم فی ھذا الکتاب واوردنا اخبارھم وحکینا اقوال الناس فیھم علی تباینھا واللہ الموفق للصواب۔

"ناقلانِ حدیث کے یہاں ائمہ مذکورین کے ایسے اقوال بھی ابو حنیفہ رح کے متعلق محفوظ ہیں جو بیانِ بالا کے خلاف ہیں، اور انھوں نے ان کی بابت کلام بہت کیا ہے، اس کلام کے باعث وہ امور شنیعہ ہیں جو ان کے متعلق محفوظ ہیں، ان میں سے بعض تو اصول دین کے متعلق ہیں، بعض فروع کے متعلق، ہم انشاء اللہ ان کا ذکر کرینگے، جو لوگ اس کو سُن کر ناپسند کریں ان سے ہم معذرت کرتے ہیں کہ ہم ابو حنیفہ کی جلالتِ قدر کے قائل ہیں تاہم ان کو اس بارہ میں دوسرے علماء کی طرح سمجھتے ہیں کہ ان کے خلاف جو باتیں بیان کی گئی ہیں، ان کو بھی ہم بیان کردیں، جیسا کہ ہم نے دوسرے علماء کے ذکر میں کیا ہے۔"

اس تمہید کے بعد اقوال خلاف بیان کئے گئے ہیں جو ۵۵ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔

یہ امور شنیعہ جیسا کہ خود خطیب نے بیان کیا ہے بعض تو ان میں سے عقائد کے متعلق ہیں، بعض فروع کے متعلق۔

عقائد کے متعلق حسبِ ذیل اقوال ہیں۔

یہودی، مشرک، زندیق، دہری، صاحب ہوا، اُن سے کفر سے دو بار توبہ کرائی گئی، مرجیہ

Marfat.com

جہمی، خلقِ قرآن کے قائل، اصحابِ ابوحنیفہ کا شبہ بالنصاریٰ ہونا۔

فروع کے متعلق حسبِ ذیل اقوال ہیں۔

خروج علے السلطان، تقیہ کرنا، زنا کا حلال کردینا، ربوٰ کا حلال کردینا، خونریزی حلال کردی، سُنن کی کساد بازاری کی، علٰے ہذا القیاس۔

یہ واضح رہے کہ جرحیں سب کی سب غیر مفسّر اور غیر مبیّن السبب ہیں، اُن کے راویوں کی عدالت کی توثیق خطیب نے نہیں کی ہے، یہ دونوں امر اصولاً لازم ہیں۔

جرحوں پر تحقیقی نظر مناسب ہوگا، کہ امام صاحب پر جو جرحیں کی گئی ہیں اس موقع پر ایک تحقیقی نظر اُن پر ڈالی جائے، بحث کے دو پہلو ہوسکتے ہیں، نقلی و عقلی، نقلی بحث یہ ہے کہ خود خطیب ان جرحوں کی ذمہ داری لینے پر تیار نہیں، چنانچہ ان کے نقل کرنے سے پہلے جو تمہید لکھی ہے وہ اس کی شاہد ہے، جرحیں نقل کرنے کی معذرت یہ کی ہے کہ چونکہ وہ روایت کی گئی ہیں اور تمام علماء کے متعلق وہ موافق و مخالف امور کی نقل کرتے آئے ہیں، اس لئے ان اقوال کو بھی نقل کرتے ہیں، اسی کے ساتھ امام صاحب کی جلالتِ قدر کو مانتے ہیں، ظاہر ہے کہ اگر مذکورۂ بالا جرحوں میں سے فروع یا عقائد کے متعلق ایک جرح بھی ان کے نزدیک ثابت ہوتی تو جلالتِ قدر درکنار امام صاحب کی قدر بھی ان کے دل میں نہ ہونی چاہئے تھی، اس کے علاوہ جرحیں نقل کرنے کے ساتھ ساتھ جابجا ان کے تردیدی اقوال بھی نقل کرتے جاتے ہیں، حالانکہ جرح میں تعدیل کے ذکر کا موقع نہ تھا کہ باب تعدیل و مناقب ختم ہوچکا تھا، مثلاً خلقِ قرآن کے عقیدہ کے روایت بیان کرنے کے بعد امام احمد بن حنبل کا یہ قول نقل کیا ہے، لم یصح عندنا ان اباحنیفۃ کان یقول القراٰن مخلوق، ہمارے نزدیک یہ قول صحیح نہیں کہ ابوحنیفہؒ قرآن کے مخلوق ہونے کے قائل تھے، اس کے بعد (ابوسلیمان) جوزجانی اور معلی بن منصور کا قول نقل کیا ہے، "ماتکلم ابوحنیفۃ ولا ابویوسف ولا زفر ولا محمد ولا احد من اصحابھم فی القراٰن وانما تکلم فی القراٰن بشر المریسی وابن ابی دؤاد فھؤلاء شانوا اصحاب ابی حنیفۃ" (ان دونوں کا قول

تھا کہ) نہ ابوحنیفہؒ نے نہ ابویوسف نے نہ زفر نے نہ محمد نے اور نہ اور کسی نے ان میں سے قرآن میں کلام کیا ہے واقعہ یہ ہے کہ بشر مریسی اور ابن ابی دواد نے کلام کیا ہے، اور اصحاب ابوحنیفہ کو بدنام۔

خود امام صاحب کا ایک قول نقل کیا ہے، ایک بار عبداللہ بن المبارک ابوحنیفہ کے پاس گئے، پوچھا کہ تم لوگوں میں یہ کیا چرچا ہو رہا ہے، جواب دیا ایک شخص جہم نامی کا چرچا ہے، پوچھا کیا کہتا ہے، کہا کہتا ہے، القرآن مخلوق، انھوں نے سنکر یہ آیت پڑھی، کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔

جنت اور نار کے غیر موجود ہونے کی جرح نقل کرکے خطیب کہتے ہیں کہ قول بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ خود راوی ابومطیع اس کا قائل تھا، ابوحنیفہؒ نہ تھے۔

امام احمد بن حنبل کی طرف جو جرح امام صاحب کے کذاب ہونے کی منسوب ہے[1] اس کو نقل کرکے لکھا ہے کہ یحییٰ بن معین سے پوچھا گیا کہ آیا ابوحنیفہؒ ثقہ ہیں، قال نعم ثقۃ ثقۃ، کہا ہاں ثقہ ہیں ثقہ ہیں۔ دوسرا قول ان کا یہ نقل کیا ہے، کان ابوحنیفۃ ثقۃ لایحدث بالحدیث الا مایحفظ ولایحدث بما لایحفظ، ابوحنیفہ ثقہ تھے، وہی حدیث روایت کرتے جو ان کو بخوبی یاد ہوتی اور جو بخوبی یاد نہ ہوتی، اس کو روایت نہ کرتے۔

ان مراتب پر غور کرنے کے بعد صرف یہی رائے قائم ہوسکتی ہے کہ خطیب نے مخالف اقوال نقل کرنے میں اپنا مورخانہ فرض ادا کیا ہے، خود اُن کے وہ قائل نہ تھے، یا یہ کہیے کہ وہ خود ان کی رائے نہ تھی۔

اس کے بعد ہم اصولِ حدیث کی مستند کتابوں سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہیں، کتاب المغنی للشیخ طاہر پٹنی صاحب مجمع البحار کی عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو، جو جرح بالا کا جواب شافی ہے۔

---

[1] امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں امام ابوحنیفہؒ کی حدیث نقل کی ہے (ملاحظہ ہو مسند بریدہ ج ۵، ص ۳۵) اور امام ممدوحؒ نے اپنی مسند کو بے اصل احادیث سے پاک کہا ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ اگر وہ ان کو کذاب سمجھتے تو ان کی حدیث کیوں نقل کرتے ۱۲ محمد عبدالرشید نعمانی

Marfat.com

یہ واضح رہے کہ یہ، نیز بعد کے آنے والے جوابات کسی حنفی کے لکھے ہوتے نہیں، سب غیر حنفیوں[1] کے ہیں، ترجمہ ملاحظہ ہو۔

"امام ابو حنیفہ رح کی طرف ایسے اقوال منسوب کئے گئے ہیں جن سے ان کی شان بالاتر ہے، وہ اقوال خلق قرآن، قدر، ارجاء وغیرہ ہیں، ہم کو ضرورت نہیں کہ ان اقوال کے منسوب کرنے والوں کے نام لیں، یہ ظاہر ہے کہ امام ابو حنیفہ رح کا دامن ان سے پاک تھا[2]، اللہ تعالیٰ کا ان کو ایسی شریعت کا دینا جو سارے آفاق میں پھیل گئی، اور جس نے روئے زمین کو ڈھک لیا، اور ان کے مذہب و فقہ کا قبول عام انکی پاکدامنی کی دلیل ہے، اگر اس میں اللہ تعالیٰ کا سرّ خفی نہ ہوتا، نصف[3] یا اس کے قریب اسلام ان کی تقلید کے جھنڈے کے نیچے نہ ہوتا، یہاں تک کہ ہمارے زمانے تک جس کو ساڑھے چار سو برس ہو چکے (معلوم ہوتا ہے کہ کاپی نویس نے تسعمائۃ کو اربعمائۃ کر دیا ہے[4]) ان کے فقہ کے مطابق اللہ کی عبادت ہو رہی ہے، اور اُن کی رائے پر عمل ہو رہا ہے، اس میں اس کی صحت کی اوّل درجے کی دلیل ہے، اور ابو جعفر طحاوی نے (جو ان کے مذہب کے سب سے زیادہ اخذ کرنے والوں میں ہیں) ایک کتاب مسمّی بہ "عقیدۃ ابو حنیفہ" لکھی ہے یہی عقیدہ اہل سنت کا ہے (خاکسار شروانی کہتا ہے کہ عقائد نسفی بھی اس کی تائید میں پیش کی جا سکتی ہے، جو آج عقائد کی مدار علیہ کتاب ہے) اس میں کوئی عقیدہ[5] ان عقیدوں میں سے موجود نہیں جو ابو حنیفہ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں، طحاوی نے اس کا سبب بھی لکھا ہے کہ کیوں وہ قول اُن کی طرف منسوب کئے گئے ہم کو ان کے ذکر کرنے کی اسلئے حاجت نہیں کہ ابو حنیفہ رح کی شان کا آدمی اور ان کا مرتبہ جو اسلام میں ہے اس کا محتاج نہیں کہ

---

[1] یہ واضح رہے کہ صاحب مجمع البحار اگرچہ خود حنفی ہیں لیکن جو عبارت انھوں نے نقل کی ہے وہ محدث ابن الاثیر جزری شافعی کی مشہور کتاب جامع الاصول کی ہے ۱۲ نعمانی [2][5] شیخ موصوف نے یہی عبارت مجمع البحار کے خاتمے میں بھی نقل کی ہے ۱۲

[3] ملا علی قاری نے مرقاۃ المفاتیح میں اپنے زمانے کے (یعنی گیارہویں صدی کے) حنفیوں کا اندازہ بربنا آبادی روم اور ماوراء النہر اور ہندوستان کے کل اہل اسلام میں دو ثلث ہونے کا کیا ہے، اور یہ قرین قیاس ہے، (دیکھو کتاب مذکور کا میرے یہاں کا قلمی نسخہ ورق ۱۳ صفحہ دوم)۔ (نیز مرقاۃ المفاتیح جلد اول ص ۲۴ طبع مصر ـ ناشر)

[4] کاپی نویس کی غلطی نہیں شروانی صاحب نے اس کو ملا طاہر پٹنی کی عبارت سمجھا اس سے غلط فہمی ہوئی۔ یہ ابن الاثیر جزری کے الفاظ ہیں انکی وفات ۶۰۶ھ ہجری میں ہوئی ہے اسلئے اُن کے زمانہ تک امام صاحب کی وفات کو ساڑھے چار سو برس گزر چکے تھے ۱۲ نعمانی

ان کی طرف سے کوئی معذرت کیجائے۔ یہ المغنی صفحہ ۴۳ مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی، حاشیہ تقریب التہذیب)

خیالِ بالا کی تائید خود خطیب نے بھی کی ہے، وہ اپنی اصولِ حدیث کی کتاب الکفایہ فی علم الروایۃ میں جرح کے قاعدہ کے تحت امام مالک بن انس وامام سفیان ثوریؒ سے شروع کرکے یحییٰ بن معین تک ایک طبقہ قائم کرتے ہیں، اس کے بعد لکھتے ہیں۔" اور جو اصحاب بلندی ذکر، استقامتِ حال، اور صداقت کی شہرت اور بصیرت وفہم میں اصحاب بالا کی مثل ہوں اُن کی عدالت کی بابت سوال نہیں کیا جاسکتا"۔ اسی سلسلے میں یہ روایت لکھی ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ سے اسحٰق بن راہویہ کی بابت سوال کیا گیا تو جواب میں کہا کہ کیا اسحٰق بن راہویہ کی شان کے آدمی کی نسبت سوال کیا جاسکتا ہے۔

ایسا ہی ایک قول یحییٰ بن معین کا ابو عبید کے بارہ میں روایت کیا ہے، (دیکھو الکفایہ فی علم الروایہ صفحہ ۱۱۳ و ۱۴۴، میرے کتاب خانے کا قلمی نسخہ) کتاب مذکور میں خطیب نے یہ روایت کرکے کہ جرح وہی مقبول ہوگی جو مشرح ہو لکھا ہے کہ یہی قول ہمارے نزدیک صحیح ہے، اور یہی مذہب حفاظ حدیث میں اماموں کا ہے، یہ لکھ کر امام بخاری وامام مسلمؒ وغیرہما کے احتجاج کی مثالیں دی ہیں، (دیکھو الکفایہ صفحہ ۱۴۲)۔

اب اس قاعدے کی کسوٹی پر اگر ان جرحوں کو آپ کسیں گے جو خطیب نے تاریخ میں امام اعظمؒ کے متعلق غیر مشرح نقل کی ہیں تو صاف عیاں ہوجائے گا کہ وہ خود ان کے نزدیک قابلِ قبول نہیں، اس لئے کہ جب اس طبقے کی عدالت سوال سے بالاتر ہے جس میں اسحٰق بن راہویہ ہیں تو امام صاحبؒ کی عدالت تو اس سے بدرجہا بالاتر ہے، جب اسحٰق بن راہویہ کی شان کے آدمی کی نسبت بقول امام احمد بن حنبلؒ سوال نہیں کیا جاسکتا ہے تو امام اعظمؒ کی شان تو اس سے بہت زیادہ ارفع ہے۔

شیخ الاسلام سبکی نے کتاب طبقات الشافعیہ میں ایک لطیف بحث جرح وتعدیل کے متعلق لکھی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے۔

"جرح وتعدیل کا ایک ضروری نافع قاعدہ۔ ہمارے نزدیک قولِ صواب یہ ہے کہ جس کی امامت وعدالت ثابت ہو اور جس کی تعدیل وتزکیہ کرنے والے بہت ہوں، جرح کرنے والے نادر اور اس بات کا

قرینہ ہو کہ سبب جرح تعصب مذہبی وغیرہ ہے، تو ہم جرح کیطرف التفات نہ کرینگے، تعدیل کو مان لیں گے، ورنہ اگر یہ دروازہ کھول دیا جائے اور ہم جرح کو تعدیل پر علے الاطلاق مقدم کرنا شروع کر دیں تو کوئی امام ائمہ دین میں سے اس کی زد سے نہ بچے گا، اس لئے کہ کوئی امام نہیں جس پر طعن کرنے والوں نے طعن نہ کیا ہو اور اس کی وجہ سے ہلاک ہونے والے ہلاک نہ ہوئے ہوں، ابن عبدالبر کہتے ہیں، صحیح اس معاملے میں یہ ہے کہ جس شخص کی عدالت اور علم میں اس کی امامت اور علم کی جانب توجہ ثابت ہو اس کے متعلق ہم کسی کے قول کیجانب التفات نہ کرینگے، مگر اس صورت میں کہ صاف عادلانہ جرح قانون شہادہ کے مطابق مستند ہو، ان کا استدلال یہ ہے کہ سلف میں بعض کا کلام بعض پر رہا ہے، بعض حالتوں میں وہ تعصب یا حسد پر مبنی ہے، بعض صورتوں میں تاویل واختلاف اجتہاد اس کا باعث ہوا ہے، حالانکہ جس کی نسبت کلام کیا جاتا ہے وہ اس سے پاک ہوتا ہے، انتہا یہ ہے کہ تاویل واجتہاد کی بنیاد پر ایک نے دوسرے پر تلوار چلوادی ہے۔

اس کے بعد ابن عبدالبر نے معاصرین کی جماعت کے ایک دوسرے کی نسبت کلام کرنے کا ذکر کیا ہے، اور کہا ہے کہ اسکی طرف التفات نہ کیا جائے، اسی بحث میں یحیٰی بن معین کی جرح کا ذکر آتا ہے جو امام شافعی رح پر ہے، اور کہا ہے کہ یہ ابن معین کے لئے ناپسندیدہ اور عیب تھا، اسی سلسلے میں یحیٰی بن معین کے متعلق امام احمد بن حنبل رح کا یہ قول نقل کیا ہے "ھو لا یعرف الشافعی ولا یعرف ما یقوله الشافعی ومن جھل شیئاً عاداه" وہ نہ شافعی رح کو جانتے ہیں اور نہ شافعی رح کے کلام کو سمجھتے ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ انسان جو نہیں سمجھتا اس کا دشمن ہو جاتا ہے، آگے جاکر لکھتے ہیں کہ کسی نے ابن المبارک سے کہا کہ فلاں شخص ابو حنیفہ رح پر اعتراض کرتا ہے، انھوں نے یہ شعر پڑھا،

حسدوا ان رأوک فضلک اللہ بما فضلت به النجباء

لوگوں نے یہ دیکھ کر تجھ سے حسد کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ پر وہ نوازش کی جو شرفا پر ہوتی ہے،

اور یہ وہ اصول ہے جس پر تمام علماء کا اجماع ہے، چنانچہ ان کا قول ہے کہ جرح جب تک مفسّر نہ ہو

Marfat.com

مقبول نہ ہوگی۔ شیخ الاسلام سید المتاخرین تقی الدین ابن دقیق العید نے اپنی کتاب الاقتراح میں لکھا ہے کہ اعراض المسلمین حفرۃ من حفر النار وقف علیٰ شفیرھا طائفتان من الناس، المحدثون والحکام، مسلمانوں کی عزتیں جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہیں جس کے کنارہ پر دو گروہ کھڑے ہوتے ہیں، ایک محدثین دوسرے حکام، ہمارے پاس دو اصول ہیں جن کو ہم پکڑے رہیں گے، جب تک کہ ان کے خلاف قطعی یقین نہ ہو جائے، ایک اصول اس امام مجروح کی عدالت ہے جس کی عظمت قائم ہو چکی ہے، دوسرا اصول جارح کی عدالت جو جرح کرتا ہے، لہٰذا ایسے امام کی جرح کی جانب توجہ نہ کی جائے گی نہ اس جرح سے وہ مجروح کیا جائے گا، اس قاعدہ کو یاد رکھو، کہ بہت ضروری قاعدہ ہے۔" انتہی طبقات الشافعیہ خلاصۃً۔ جزاول (مطبوعہ مصر مطبع الحسینیہ) ص ۱۸۷ تا ۱۸۹

امام سبکیؒ کے آخر الذکر قاعدے کی تائید امام نوویؒ نے بھی اپنے رسالہ اصول حدیث التقریب کی نوع الثالث والعشرین میں کی ہے۔

حافظ ابن صلاحؒ نے لکھا ہے۔

"جس کی عدالت اہل نقل یا ان کی امثال اہل علم میں مشہور ہو اس کے ثقہ اور امین ہونے کی تعریف عام ہو تو اس کی عدالت پر کسی کی شہادت کی ضرورت نہیں۔ یہی مذہب صحیح شافعی کا ہے، اور اسی پر فن اصول فقہ میں اعتماد ہے، ابو بکر خطیب نے یہی قول اہل حدیث کا نقل کیا ہے، اور ایسے بزرگوں کی مثال میں مالک، شعبہ، سفیانین، اوزاعی، لیث، ابن المبارک، وکیع، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، وامثالہم کے نام لئے ہیں، صرف ان لوگوں کی عدالت سے سوال کیا جائے گا جن کا حال مخفی ہو، .... رہی جرح وہ صرف ایسی مقبول ہو گی جو مشرح ہو اور طالبین کے لئے اس کا سبب بیان کیا گیا ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اس میں مختلف الخیال ہیں، کہ کونسی بات جارح ہے اور کونسی نہیں، ان میں سے کوئی کسی ایسی وجہ کی بنیاد پر جرح کر دیتا ہے۔ جس کا وہ معتقد ہوتا ہے، حالانکہ فی الواقع وہ وجہ جرح نہیں ہوتی، پس لازم ہے کہ سبب جرح بیان کیا جائے، تاکہ یہ دیکھا جا سکے کہ آیا وہ جرح ہے بھی یا نہیں، یہ کھلا ہوا اصول فقہ اور اصول فقہ میں مسلم ہے۔

Marfat.com

خطیب نے کہا ہے کہ یہی مذہب حفّاظِ حدیث میں اماموں کا ہے، جیسے کہ بخاری و مسلم وغیرہما ہیں؛ اسی لئے بخاری نے ایسی ایک جماعت سے روایت کی ہے جس پر ان سے قبل جرح ہو چکی تھی، مثلاً عکرمہ مولے ابن عباس رضی اللہ عنہما یہی عمل مسلم و ابوداؤد کا ہے، انتہی (مقدمہ ابن صلاح نوع ۲۳)

اصولِ مذکورۂ بالا کی بنیاد پر ائمۂ رجال نے اپنی کتابوں میں امام اعظم رح کے متعلق جرح کو غیر مقبول قرار دے کر اس کا نقل کرنا بالکل متروک کر دیا ہے، چنانچہ ذیل کے مستند ائمۂ رجال کی کتابیں اس کی شاہد ہیں۔

۱۔ امام ذہبی نے تذکرۃ الحفّاظ میں امام اعظم رح کے صرف حالات و مناقب لکھے ہیں، جرح ایک بھی نہیں لکھی، جو مختصر مناقب موضوعِ کتاب کے مطابق لکھ سکے ان کو لکھ کر کہتے ہیں کہ میں نے امام اعظم رح کے مناقب میں ایک کتاب جُداگانہ لکھی ہے۔

۲۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رح نے تہذیب التّہذیب میں جرح نقل نہیں کی، حالات و مناقب لکھنے کے بعد ختم کلام اس دعاء پر کیا ہے، مناقب ابی حنیفۃ کثیرۃ جدًّا فرضی اللہ عنہ واسکنہ الفردوس، آمین۔" امام ابو حنیفہ رح کے مناقب بہت کثرت سے ہیں، ان کی جزا میں اللہ ان سے راضی ہو اور فردوس میں اُن کو مقام بخشے، آمین۔"

۳۔ امام ممدوح نے تقریب التہذیب میں بھی کوئی جرح نقل نہیں کی۔

۴۔ حافظ صفی الدین خزرجی نے خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال میں صرف مناقب لکھے ہیں، جرح کا ذکر نہیں، امام صاحب کو امام العراق و فقیہ الامّۃ کے لقب سے یاد کیا ہے، واضح ہو کہ خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال کے مطالب چار کتابوں کے مطالب ہیں، خود خلاصہ، تذہیب امام ذہبی رح، تہذیب الکمال امام ابو الحجاج المزّی، اور الکمال فی اسماء الرجال امام عبد الغنی المقدسی رح، اس طرح یہ مسلک جرح و تعدیل کے چار اماموں کا متّفقہ مسلک ہے۔

کتاب الکمال کی بابت حافظ ابنِ حجر تہذیب التہذیب کے خطبے میں لکھتے ہیں: کتاب الکمال فی اسماء الرّجال ..... من اجل المصنفات فی معرفۃ حملۃ الآثار وضعًا واعظم المؤلفات

Marfat.com

فی بصائر ذوی الالباب وقعاً، خطبے کے آخر میں مؤلف الکمال کی بابت لکھا ہے، ھو واللہ لعدیم النظیر المطلع النحریر۔

تہذیب الاسماء واللغات میں امام نوویؒ نے سات صفحے امام صاحبؒ کے حالات میں لکھے ہیں، جن کا اکثر حصہ تاریخ خطیب بغدادی سے ماخوذ ہے، صرف مناقب لکھے ہیں، جرح کا ایک لفظ نقل نہیں کیا۔

مرآۃ الجنان میں امام یافعی شافعی نے امام صاحبؒ کے حالات میں جرح نہیں لکھی، حالانکہ تاریخ خطیب کے حوالے متعدد دیئے ہیں، اس سے صاف واضح ہے کہ خطیب کی منقولہ جرح انکی نظر میں ثابت نہ تھی۔

فقیہ ابن العماد الحنبلی نے اپنی کتاب شذرات الذہب میں صرف حالات ومناقب لکھے ہیں، جرح نقل نہیں کی۔

خلاصہ مذکورۂ بالا مستند پندرہ کتابوں کے، (جن میں سے پانچ اصولِ حدیث کی ہیں، اور دس رجال کی) بیان سے صاف واضح ہے کہ جن اماموں کی عدالت اور جلالتِ مرتبہ اہلِ علم واہلِ نقل کے نزدیک ثابت ہے، ان کے مقابلے میں کوئی جرح مقبول ومسموع نہیں، ایسے ائمہ کا جو طبقہ مثالاً پیش کیا گیا ہے وہ امام مالکؒ سے لے کر امام اسحٰق بن راہویہؒ تک ممتد ہے، اصولِ حدیث کے فیصلے کا ماخذ امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابوداؤدؒ، امام ترمذیؒ، حافظ ابن عبدالبرؒ، وشیخ الاسلام ابن دقیق العیدؒ کے اقوال ہیں، یہ بھی تصریح ہے کہ یہی مذہب ومسلک فنِ اصولِ فقہ میں معتمد اور اہلِ حدیث وحفاظِ حدیث کا مقبولِ عام مذہب ہے، اسی اصول کے اثر سے متاخرین ائمہ رجال نے امام اعظمؒ کے متعلق جرح کا ذکر اپنی کتابوں میں بالکل متروک کر دیا۔

غالباً اس قدر بحث نقلی پہلو کے اثبات کے لئے کافی ہے، نقلی بحث کے بعد عقلی مورخانہ بحث ملاحظہ ہو۔

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ امام صاحبؒ کے متعلق خطیب بغدادی نے جس قدر جرحیں نقل کی ہیں ان کا مآل کار تو دان کے قول کے مطابق صرف دو پہلو ہیں، اصول دین کے متعلق یا فروع کے متعلق، ان جرحوں کا وزن و اثر آپ نقلی بحث میں پڑھ چکے ہیں، امام صاحبؒ کے جو حالات و واقعات زندگی خطیب نے نقل کئے ہیں ان کی نسبت کسی کی جرح نقل ہی نہیں کی، لہٰذا وہ واقعات وحالات بجائے خود قائم ہیں۔

کسی تاریخی ہستی کی نسبت رائے قائم کرنے کی مضبوط ترین بنیاد اس کے واقعات وحالات ہو سکتے ہیں، اسی اصول پر ہم یہاں بحث کرتے ہیں۔

امام صاحبؒ کے جو حالات خطیب نے لکھے ہیں، ان سے صاف واضح ہوتا ہے کہ وہ اپنے معاصرین میں بہت سے اوصاف کے لحاظ سے فائق تھے، سب سے بڑا شرف اُن کی تابعیت تھی، اس کے بعد ان کی وہ عقل و فہم تھی جو قدرت نے ان میں مہماتِ دین حل کرنے اور نکاتِ شریعت سمجھنے کی ودیعت رکھی تھی، دیکھو خطیب نے ان کی "وفورِ عقل، تیز فہمی و باریک نظری" کے بیان کے لئے جداگانہ باب قائم کیا ہے، علی بن عاصم کا یہ قول نقل کیا ہے، کہ اگر ابو حنیفہؒ کی عقل نصف اہل دنیا کی عقل سے تولی جائے تو انہی کا پلّہ بھاری رہتا۔ خارجہ ابو مصعب ایک ہزار عالموں سے مل کر یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ ان میں جو تین یا چار عاقل تھے ان میں ایک ابو حنیفہؒ تھے، یزید بن ہارون بہت سے انسانوں کو دیکھنے کے بعد کہتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہؒ سے زیادہ عاقل کوئی نہیں پایا، اوپر تم سُن چکے کہ امام اعمش نے ان کی تیز نظری کا اعتراف کیا تھا، ان کے کاروبارِ تجارت کا دائرہ بہت وسیع تھا، اس سلسلہ میں ان کی امانت، حوصلہ، حُسنِ معاملہ، تدبیر، وغیرہ اوصافِ تاجرانہ کی تصدیق واقعات کرتے ہیں "حُسنِ معاملہ" کا باب مستقل خطیب نے قائم کیا ہے، خشیتِ الٰہی ثابت ہے، اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ پارسا اور عابد ہونا ان کا مسلّم ہے، حُسنِ معاشرت، پاکیزہ صحبت، جود و سخاوت، بلند نظری، اولوالعزمی، مخلوق کی ہمدردی و غمخواری، اظہارِ حق میں جرأت، سلطانی عطایا سے بے نیازی، علم و علماء کی بے غرضانہ خدمت عظیم، اور اس خدمت کی بدولت اپنے استاد امام وقت حماد بن ابی سلیمان کی نظر میں اولاد سے زیادہ عزیز ہونا، یہ وہ اوصاف ہیں جن میں کسی نے کلام نہیں کیا، انہی اوصاف کے اجتماع نے ان کو معاصرین کے طبقے

Marfat.com

میں بہت بلند کر دیا تھا، اس کا ایک نتیجہ یہ تھا کہ وہ محسود الخلائق تھے، اور یہ ان کی محسودیت اس درجے پر پہنچ گئی تھی کہ ان کے حالات میں اس کا ذکر نمایاں و مستقل ہے، قیس بن الربیع ان کے ذکر میں کہتے ہیں، "کان ابو حنیفۃ رجلا ورعا فقیھا محسودًا، ابو حنیفہ مرد پارسا فقیہ و محسود تھے" ثم حضرت ابن المبارک کا پڑھا ہوا شعر امام سبکی کے بیان میں پڑھ چکے، جس میں معترض کے اعتراض کا منشا حسد ظاہر فرمایا ہے خود امام صاحبؒ نے جو شعر پڑھے تھے وہ شاہد ہیں کہ ان کے پاکیزہ قلب میں حاسدین کے حسد کا صدمہ تھا، حسن بن عمارہ کا قول ہے کہ لوگ ابو حنیفہؒ کی نسبت جو کلام کرتے ہیں، ان کا منشا حسد ہے، تفقہ میں ان کی فضیلت مسلم تھی، حضرت عبداللہ بن المبارکؒ نے حسن بن عمارہ کا وہ قول نقل فرمایا ہے۔ جو وہ امام صاحبؒ کی رکاب تھامے ہوئے کھڑے کہہ رہے تھے اس میں یہ بھی تھا کہ تم سے زیادہ بلیغ کلام فقہ میں کسی نے نہیں کہا، امام شافعیؒ کے اقوال اس بارہ میں آپ پڑھ چکے، امام محمد بن حسن کے حالات میں امام احمد بن حنبلؒ کا اعتراف پڑھ چکے[۱]، کہ دقت نظر امام محمدؒ سے حاصل کی۔

ان اوصاف کا دو گونہ اثر ہوا، امام صاحبؒ کی احکام شرعیہ کی تحقیق اور ان کا اجتہاد معاصرین کی فہم سے بالاتر ثابت ہوا، فہم کی نارسائی باعث ہوئی اختلاف کا، اختلاف نے جرح کا رنگ اختیار کیا، اسی پر مبنی ہے وہ جرح جو اہل حق نے امام صاحبؒ کے متعلق اصول دین و فروع کی بنیاد پر کی ہے، ثم اوپر اصول حدیث کا مسلمہ قاعدہ پڑھ چکے کہ اختلاف اجتہاد جس جرح کا منشا ہو وہ جرح نامقبول ہے، امام احمد بن حنبلؒ نے فیصلہ فرما دیا "و من جھل شیئًا عاداہ"

دوسرا اثر حسد کے رنگ میں نمایاں ہوا، اصول حدیث نے دوسرا فیصلہ یہ صادر کیا کہ جو جرح حسد کے اثر سے ہو وہ بھی غیر مسموع ہے۔

نظر کو بلند تر کیجئے کہ کیا امت مرحومہ کا سواد اعظم (جس کی تعداد کا اندازہ نصف یا دو ثلث اہل اسلام کیا گیا ہے) ایک یہودی زندیق یا مشرک کے تابع ہو گئی اور اپنی دنیا و آخرت کو اس کے دامن سے باندھ دیا

---

[۱] امام محمد بن حسن شیبانیؒ کا تذکرہ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔ ناشر

Marfat.com

اگر معاذ اللہ ایسا ہوا تو خود اسلام کے اثر پر کلام کرنا ہوگا۔

کوئی فہم سلیم جونارسائی یا حسد سے مکدر نہ ہو، کبھی باور نہ کرے گی کہ ہزارہا علمائے ربانی اس ڈیڑھ ہزار برس کے زمانے میں امتِ مرحومہ میں اس تعلیم کے اثر سے پھیلے جو ایک ایسے شخص کے دل و دماغ سے نکلی جسکے یہ اوصاف جارحین نے بیان کئے ہیں، ہمارا قلم بار باران کے اعادہ سے تحاشی کرتا ہے، علمائے ربانی سے بڑھ کر گروہا گروہ اولیائے کرام تعلیم بالا پر عمل کرکے مراتب قرب پر فائز ہوئے، ولایت کے دو بڑے سلسلوں چشتی اور نقشبندی کے اکابر مذہب حنفی کے پیرو تھے۔

سب سے بالاتر یہ بحث ہے کہ امام محمدؒ سے لے کر علامہ ابن عابدینؒ تک فقہاء کی ہزاروں کتابیں فروع حنفی میں اور امام طحاویؒ، امام نسفیؒ وغیرہما کی تصانیف عقائد میں حاضر ہیں، ان کی بنیاد پر ثابت کیا جائے کہ جو عقائد و مسائل مجروحہ امام صاحبؒ کی جانب منسوب کئے گئے ہیں وہ کہاں ہیں؟ آج کروڑوں حنفی مختلف ممالک میں موجود ہیں ان میں سے کوئی خلق قرآن، ارجاء وغیرہ عقائد یا حلّتِ زنا وغیرہ مسائل فروعی کا قائل ہے؟ جواب یہی ہے کہ ایک بھی نہیں، اس سے صاف ظاہر ہے کہ بنیادِ جرح یا غلط فہمی ہے یا حسد، اور ان دونوں بنیادوں پر جو عمارت قائم ہو گی ظاہر ہے وہ قائم و دیر پا نہیں رہ سکتی تھی، چنانچہ یہی ہوا، سوءِ فہم اور حسد کے غبار کے چھٹ جانے کے بعد اصولِ حدیث و علمِ رجال دونوں نے بالاتفاق ان جرحوں کے بے اصل اور غیر مقبول ہونے کا فیصلہ صادر کر دیا۔

فقہِ حنفی کی تاریخی حقیقت

موقع ہے کہ اس سلسلے میں فقہ حنفی کی تاریخی حقیقت سے بھی بحث کی جائے، آپ نے اوپر خلف بن ایوب کا قول پڑھا کہ اللہ تعالیٰ سے علم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہنچا، حضرت سید المرسلینؐ سے صحابۂ کرام کو، صحابۂ کرام سے تابعین کو تابعین سے امام ابو حنیفہؒ کو۔

حافظ ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین من رب العالمین میں اس کے متعلق سیر حاصل بحث کی ہے، اس کے مطالب خلاصۃً لکھے جاتے ہیں۔

"علمائے امت دو قسم میں منحصر ہیں، ایک حفاظِ حدیث جنھوں نے دین کے خزانوں کی حفاظت کی اور اس کے چشموں کو تکدر و تغیر سے پاک صاف رکھا، انہی کی کوششوں کا اثر تھا کہ جن لوگوں کی طرف

اللہ پاک کی جانب سے بہتری بڑھی وہ پاک چشموں پر وارد ہوتے، دوسری قسم فقہائے اسلام ہیں، جنکے اقوال پر مخلوق میں فتویٰ کا دارو مدار ہے، یہ گروہ استنباطِ احکام کے ساتھ مخصوص ہے، انھوں نے قواعد حلال و حرام کے انضباط کا اہتمام کیا، وہ زمین پر آسمانوں کے تاروں کی مثال ہیں کہ ان کی وجہ سے تاریکی میں بھٹکنے والے ہدایت پاتے ہیں، کھانے پینے سے بھی زیادہ انسان اُن کے محتاج ہیں، اور اُن کی اطاعت نص کے رُو سے ماں باپ سے بھی زیادہ فرض ہے، ایک روایت میں "اولی الامر سے مُراد علماء ہیں، دوسری میں اُمراء۔

سب سے اوّل سیّد المرسلین ﷺ نے تبلیغ کے منصب شریف کو ادا کیا، آپ کے بعد صحابہ رضؓ نے، اس بارہ میں بعض صحابہ رضؓ مکثر تھے، بعض متوسّط، بعض مقلّ، صحابہ رضؓ میں سے جن کے فتاویٰ محفوظ ہیں وہ ایک سو کچھ اوپر تیس تھے، ان میں مرد اور بی بی دونوں شامل ہیں، اُن میں سے جن کے فتوے کثیر ہیں وہ (حضرات) عمر رضؓ بن خطاب، علی رضؓ بن ابی طالب، عبداللہ رضؓ بن مسعود، عائشہ رضؓ ام المؤمنین، زید رضؓ بن ثابت، عبداللہ ابن عباس رضؓ، اور عبداللہ بن عمر رضؓ ہیں، ان میں سے ہر ایک کے فتووں سے ایک ضخیم جلد مرتب ہو سکتی ہے۔

مسروق رحؒ کا قول ہے کہ میں صحابہ رضؓ کی صحبت میں رہا، ان کا علم چھ کو پہنچا، علی رضؓ، عبداللہ رضؓ، عمر رضؓ، زید رضؓ بن ثابت، ابو الدرداء رضؓ، اُبَیؓ بن کعب (رضی اللہ عنہم اجمعین) ان چھ کا علم دو کو پہنچا، علی رضؓ و عبداللہ رضؓ۔[1]

یہ بھی مسروق رحؒ کا قول ہے کہ صحابہ رضؓ کی مثال پانی کے تالابوں کی ہے، ایک ایسا تالاب ہے جس سے ایک سوار سیراب ہو، ایک ایسا جس سے دس سوار سیراب ہوں، ایک ایسا جس سے رُوئے زمین کے آدمی سیراب ہو جائیں، عبداللہ رضؓ (بن مسعود) انہی میں سے ہیں، جن چار سے قرآن حاصل کرنے کا ارشادِ نبوی ﷺ ہوا اُن میں ابن اُمِّ عبد (ابن مسعود) کا نام اوّل لیا، اعمش رحؒ نے ابراہیم رحؒ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ، جب کسی معاملے میں (حضرت) عمر رضؓ و عبداللہ رضؓ جمع ہو جاتے تھے تو وہ اُس کی برابر کسی کو نہ سمجھتے تھے، اگر دونوں میں اختلاف ہوتا تو عبداللہ رضؓ کے قول کو زیادہ پسند کرتے،

[1] امام نووی التقریب اصول حدیث میں لکھتے ہیں، صحابہ رضؓ کا علم چھ پر منتہی ہوا، عمر رضؓ، علی رضؓ، اُبی رضؓ، زید رضؓ بن ثابت، ابو الدرداء رضؓ، ابن مسعود رضؓ، اسکے بعد ان چھ کا علم علی رضؓ و عبداللہ رضؓ پر منتہی ہوا، (دیکھو التقریب النوع ۳۴)

Marfat.com

اس لیئے کہ وہ زیادہ باریک بین تھے، لانّہ کان الطف۔

ابنِ مسعودؓ کے متعلّق (حضرت عمرؓ کا) قول ہے، کنیف ملئ علماً۔ علم سے بھرا ہوا ایک تھیلا ہے، ابو موسیٰؓ کا قول ہے کہ عبداللہؓ کی ایک مجلس میں بیٹھنا ایک سال کے عمل سے زیادہ میرے نفس میں تاثیر کرتا ہے، علیؓ بن ابی طالب کے احکام و فتاوٰی پھیلے مگر خدا شیعوں کو..... کرے انھوں نے ان کا بہت سا علم ان پر جھوٹ باندھ کر فاسد کر دیا، اس لیئے صحیح روایتوں میں ان کی وہی حدیث یا فتوٰی معتبر خیال کرتے ہیں، جو اہلِ بیت یا اصحاب عبداللہؓ بن مسعود کے ذریعہ سے پہنچا ہے، خود حضرت کو اس کا شکوہ تھا کہ اُن کے علم کے حامل نہیں، (کما قال) ان ھٰھنا علماً لو اصبت لہ الحملۃ، یہاں بڑا علم ہے اگر لینے والے اس تک پہنچیں[1]، محمدؒ بن جریر طبری کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ کے اصحاب میں سے ایک بھی ایسا نہ ہوا جس نے ان کے فتاوٰی اور مذاہب فی الفقہ لکھے ہوں سوائے ابنِ مسعودؓ کے، وہ اپنا قول اور مذہب، قولِ عمرؓ کے مقابلے میں ترک کر دیتے تھے، ان کی مخالفت کسی مسئلے میں نہیں کرتے تھے، دین اور مذہب امت میں اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ، اصحاب زیدؓ ابن ثابت، اصحاب عبداللہ بن عمرؓ اور اصحاب عبداللہ بن عباسؓ سے پھیلا، انہی چار[2] کے اصحاب سے سارے آدمیوں کو علم پہنچا ہے، صحابہؓ کے بعد ان کے تلامذہ..... کوفہ میں علقمہ بن قیس النخعی، اسود، عمرو بن شرحبیل، مسروق الہمدانی، قاضی شریح..... تھے، یہ سب کے سب اصحاب علیؓ، و عبداللہؓ ابن مسعود ہیں، اور اکابر تابعین سے ہیں، اکابر صحابہؓ کی موجودگی میں فتوٰی دیتے تھے اور وہ اس کو جائز رکھتے تھے۔

اس طبقے کے بعد ابراہیم نخعی و عامر الشعبی، و سعیدؓ بن جبیر..... ہوئے، ان کے بعد حماد بن ابی سلیمان، سلیمان بن المعتمر، سلیمان الاعمش، اور مسعر بن کدام، ان کے بعد محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلے

---

[1] اس قول کی تائید امام مسلمؒ نے مقدمہ صحیح مسلم میں کی ہے، لکھا ہے کہ مغیرہؓ ان روایتوں میں سے جو حضرت علیؓ سے کیجاتیں صرف وہ روایت قبول کرتے جو اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ کی سند سے ہوتی، یہ بھی لکھا ہے کہ اصحاب علیؓ نے ان کا علم فاسد کر دیا، (دیکھو مقدمہ صحیح مسلم حاشیہ قسطلانی ج ۱ ص ۱۱۲)۔

سفیان ثوری، اور ابو حنیفہؒ ہوتے ...... ان کے بعد حفص بن غیاث، وکیع بن الجراح اور اصحاب ابو حنیفہؒ مثل ابو یوسفؒ القاضی، زفر بن ہذیل، حماد بن ابو حنیفہؒ، حسن بن زیاد القاضی اور محمد بن حسن قاضیِ رقہ ہوتے۔" (انتہیٰ اعلام الموقعین خلاصۃً)۔

شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ نے بھی حجۃ اللہ البالغہ میں یہ بحث لکھی ہے، حافظ ابن قیمؒ اور شاہ صاحبؒ کی بحث میں تفصیل اور اجمال کا فرق ہے۔

اقوالِ بالا کی بنیاد پر فقہ حنفی کا سلسلہ حسبِ ذیل بصورتِ شجرہ قائم کیا جا سکتا ہے۔

حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ

علقمہ — اسود النخعی — عمرو بن شرحبیل — مسروق الہمدانی — قاضی شریح

ابراہیم النخعی

حماد بن ابی سلیمان

ابو حنیفہ

ابو یوسف القاضی — محمد بن حسن القاضی — زفر بن ہذیل — حسن بن زیاد اللؤلؤی القاضی — حماد بن ابی حنیفہ
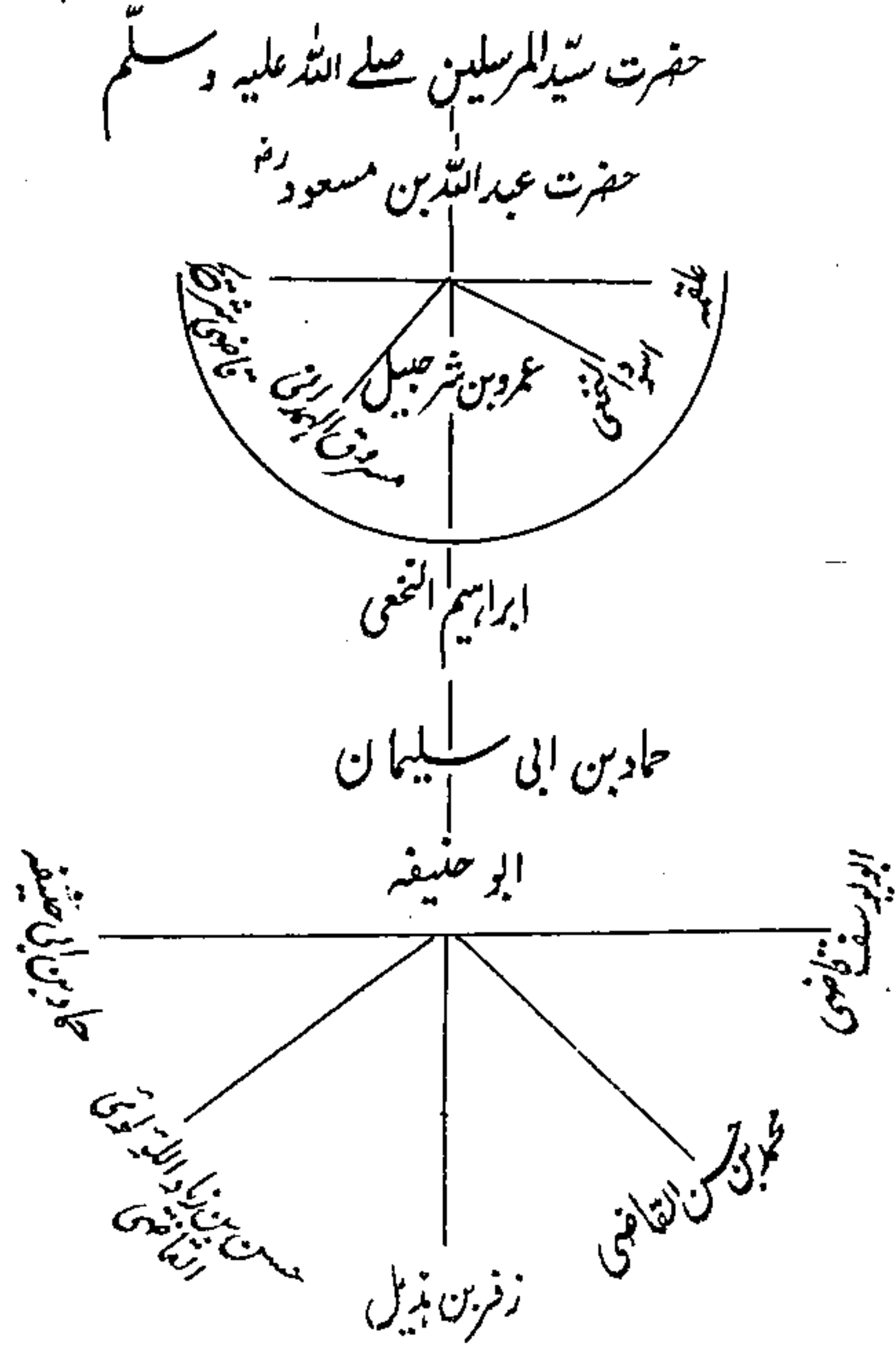
فقہ حنفی پر بحث کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ رجالِ فقہ موصوف کے حالات مختصراً بیان کر دیتے جائیں، جن سے ان حضرات کا مرتبہ علمی و عملی معلوم ہو سکے۔

یہ آپ معلوم کر چکے ہیں کہ فقہ کے مرجعِ کُل آنحضرت صلعم کے بعد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ ہیں۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ | کنیت ابو عبدالرحمٰن، قدیم الاسلام، اُن سے پہلے صرف پانچ حضرات اسلام لاچکے تھے، اسلام لانے کے وقت عمر کا تخمینہ بیس سال کے قریب ہوتا ہے، مشرّف با سلام ہونے کے وقت ہی تعلیم قرآن کی التجا پیش کی، ارشاد ہوا، انك لغلام معلم، بے شک شبہ تم نوجوان معلّم ہو، ستّر سورتیں خود ذاتِ اقدسؐ سے حفظ کیں، پہلے شخص ہیں جنھوں نے آنحضرتؐ کی طرف سے کفّار قریش کو قرآن مجید (سورۃ الرحمٰن) حرم میں سُنایا، سخت زحمت اُٹھائی، کفّار منہ پر ضربیں مارتے تھے اور یہ سورۃ الرحمٰن سُنائے جاتے تھے، کسی نے اس تکلیف پر اظہار افسوس کیا تو فرمایا کہو تو پھر سُنا دوں، اب کفّار سے زیادہ کوئی میری نظر میں ناچیز نہیں، یہ گویا پہلا سبق معلّمی کا تھا۔

اسلام سے مشرّف ہونے کے بعد ہی حضرت سرورِ عالمؐ نے ان کو اپنی خدمت سے مخصوص کر لیا تھا، اذن عام تھا کہ پردہ اُٹھا کر خدمت میں چلے آئیں، راز کی باتیں بھی سُنیں مگر جب کہ روک دیے جائیں، باہر تشریف آوری کے وقت نعلین مبارک پہناتے، عصا لے کر دائیں جانب آگے چلتے، مجلس کے قریب پہنچ کر نعلین مبارک اُتار کر بغل میں رکھ لیتے، عصا پیش کرتے، مراجعت کے وقت بھی یہی عمل ہوتا، واپسی پر اوّل حجرہ میں داخل ہوتے، وضو کے وقت مسواک پیش کرتے، صحابۂ کرام میں صاحب النّعلین والسّواک والسّواد اُن کا لقب تھا، یعنی نعلین مبارک، مسواک اور راز کے محافظ، سفر میں بستر مبارک طہارت کا پانی، مسواک، نعلین مبارک ان کی تحویل میں رہتیں، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ جب یمن سے مدینہ طیّبہ پہنچے ہیں، تو کثرت باریابی دیکھ کر حضرت ابن مسعودؓ اور ان کی والدہ کو اہلِ بیت سمجھے دو بار ہجرت کی، ایک بار حبشہ کو دوبارہ مدینہ منورہ کو، تمام غزووں میں شریک ہوتے، بدر میں ابو جہل کا سَر خود اس کی تلوار سے کاٹا، جو صلے میں عطا ہوئی، ضعیف الجثّہ تھے، ایک موقعہ پر انکی باریک پنڈلیاں دیکھ کر صحابۂ کرامؓ ہنس پڑے، تو آپؐ نے فرمایا عبداللہؓ قیامت کے دن میزان میں اُحد سے بھی زیادہ بھاری ہوں گے، دوسری روایت میں ہے کہ عبداللہؓ کا ایک پاؤں اُحد سے

---

[1] ان حالات کا ماخذ، طبقات ابن سعد[1]، تاریخ الخطیب[2]، اسد الغابہ[3]، الاستیعاب[4]، الاصابہ[5]، اعلام الموقعین[6]، اور نزہۃ الابرار فی الاسامی والاخبار ہیں، شروانی۔

زیادہ بھاری ہوگا، جنت کی بشارت پائی۔
۳۲ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی، حضرت عثمان رضؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، بقیع میں دفن ہوئے، حضرت ابو درداء رضؓ نے خبر وفات سُن کر کہا، ما ترک خلفہ مثلہ، اپنا مثل نہیں چھوڑ گئے، عمر کچھ اُوپر ساٹھ ۶۰ برس کی ہوئی۔

لباس عمدہ سپید پہنتے تھے، عطر بہت لگاتے، رات میں عطر کی خوشبو سے پہچان لئے جاتے، دولتمند تھے، نوّے ۹۰۰۰۰ ہزار درہم ترکے میں چھوڑے، بیس ۲۰۰۰۰ ہزار درہم خزانۂ خلافت میں جمع تھے، وہ بھی ورثاء کو ملے۔

حضرت سرورِ عالم ؐ اُن سے قرآن مجید پڑھوا کر سُنتے تھے، حیاتِ مبارک کے سالِ آخر میں جب حضرت جبرئیل ؑ نے رمضان میں ۲ دوبار کلام مجید آپ کو سُنایا تو یہ بھی حاضر تھے، اس طرح اخیر نسخ وتبدیل سے آگاہی کا موقع ملا۔ ارشادِ نبوی ؐ ہے کہ جس کو یہ محبوب ہو کہ قرآن اسی طراوت وتازگی سے پڑھے جیساکہ وہ نازل ہوا ہے تو اُس کو چاہیئے کہ ابنِ اُمّ عبد رضؓ کی قرآت سے پڑھے، ارشاد ہے، وتمسکوا بعہد ابن امّ عبد، ابن مسعود رضؓ کی ہدایت اور حکم کو مضبوط پکڑے رہو، جن ۴ چار صاحبوں سے قرآن سیکھنے کا حکم فرمایا گیا ان میں اوّل ان کا نام لیا، باقی تین ۳ صاحب یہ ہیں، (حضرت) معاذ بن جبل رضؓ، اُبیّ بن کعب رضؓ، اور سالم رضؓ مولی ابی حذیفہ، حافظِ قرآن تھے، صحابۂ کرام رضؓ میں ان کا اقرب الی اللہ وسیلہ ہونا، اور اقربہم زلفیٰ (سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے قریب) ہونا مسلّم تھا، ہیئتِ ظاہری سیرت اور طریقے میں اور شان و وقار میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ مشابہ تھے، اسی طرح علقمہ رضؓ حضرت ابن مسعود رضؓ سے مشابہ تھے۔

حضرت عمر رضؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں حضرت عمار رضؓ بن یاسر کو امیر کوفہ اور ان کو وزیر و معلّم بنا کر بھیجا، اہلِ کوفہ کو اس موقع پر لکھا، میں ان ۲ دو صاحبوں کو بھیجتا ہوں جو نجباء صحابہ رضؓ سے ہیں، اور اہلِ بدر سے ہیں اُن کی اقتدار اور اطاعت کرو اور حکم مانو، عبداللہ بن مسعود رضؓ کو میں نے قسم ہے رب کی اپنے اُوپر ایثار کر کے تمھارے پاس بھیجا ہے، ان کی نسبت حضرت عمر رضؓ کا قول ہے، کُنیف

ملئ علماً۔ ایک تھیلا ہیں علم سے بھرے ہوئے، یہ قول تین بار مکرر فرمایا، حضرت علی رضؓ کا قول ہے "قرأ القرآن فاحل حلالہٗ وحرم حرامہٗ فقیہ الدین عالم السنۃ" ابن مسعودؓ نے قرآن پڑھ کر جو اس میں حلال تھا اس کو حلال کیا اور جو حرام تھا اس کو حرام، دین کے فقیہ ہیں، سنت کے عالم، امام شعبیؒ کا قول ہے، ما کان فی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افقہ من صاحبنا عبد اللہ ابن مسعود، اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمارے اُستاد عبد اللہ بن مسعودؓ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہ تھا۔

روایتِ حدیث بہت کم کرتے تھے، الفاظِ حدیث میں سخت احتیاط کرتے تھے، جس وقت قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم زبان سے نکلتا کانپ اُٹھتے، فرماتے تھے لیس العلم بکثرۃ الروایۃ ولکن العلم الخشیۃ، علم کثرتِ روایت کو نہیں کہتے بلکہ علم خدا تعالیٰ سے ڈرنے کو کہتے ہیں، عمرو بن میمون کا قول ہے کہ میں ایک برس عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس رہا، ایک دن بھی انھوں نے رسول اللہ سے حدیث روایت نہیں کی، نہ یہ کہا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صرف ایک بار حدیث بیان کی اور ان کی زبان پر لفظ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاری ہوا، بے قرار ہوگئے، میں نے دیکھا کہ ان کی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا تھا، الفاظِ بالا کہہ کر یہ الفاظ کہے، انشاء اللہ اما فوق ذالک واما قریب من ذالک او دون ذالک، انشاء اللہ یا اس سے بڑھ کر یا اس کے قریب یا اس سے کم، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے حدیث سُنی، حضرات ابن عباسؓ، ابن عمرؓ اور ابن زبیرؓ نے منجملہ دیگر صحابہؓ کے ان سے حدیث سُنی، تابعینؒ میں علقمہؒ، اسودؒ، مسروقؒ، ابو وائل شقیقؒ، شریحؒ وغیرہم نے۔

حالاتِ بالا پر ایک نظر حضرت ابن مسعودؓ کے حسب ذیل اوصاف نمایاں ہیں، قدیم الاسلام ہونا، ابتدا سے انتہا تک ذاتِ اقدس سے قُربِ تام اور شرفِ خدمت، مُعتمد و محرمِ اسرار ہونا، وفورِ علم وشانِ معلمی و خوبیٔ تعلیم، حافظ و اعلم بکتاب اللہ ہونا، علم و فقہ و سنت میں فوقیت اور تفقہ میں باریک نظری، قربِ الٰہی و وسیلہ الی اللہ ہونے میں امتیاز، ہیئتِ ظاہری، سیرت اور طریقے میں اور شان و وقار میں سب سے زیادہ آپؐ سے مشابہ ہونا، آنحضرتؐ کا ارشاد، تمسکوا بعھد ابن امّ عبد، ابن مسعودؓ کی

Marfat.com

ہدایت اور حکم کو مضبوط پکڑے رہو، حضرت عمرؓ کا ان کے علم و تفقہ پر اعتماد کلی، اہل کوفہ کو ان کی اقتدار، اطاعت اور ان کے حکم ماننے کا امر، حضرت علیؓ کی ان کے علم کتاب و فقہ و سنت کی توثیق، فقہ میں باریک نظری، روایت حدیث کی تعلیل اور حفاظت الفاظ میں احتیاط۔

یہ تم سن چکے کہ تمام صحابہ کرامؓ کے علم کے حامل چھ حضرات تھے، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت زیدؓ بن ثابت، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین، یہ بھی سن چکے ہو کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کا علم حضرت ابن مسعودؓ اور ان کے شاگردوں کے پاس رہا۔ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے ان سے حدیث سنی۔ مسروقؒ کا قول پڑھ چکے کہ چھ کا علم دو کو پہنچا، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کو، یہ بھی سن چکے کہ حضرت علیؓ کا علم وہی محفوظ رہا جو اہل بیت اطہار کے سینوں میں رہا، یا حضرت ابن مسعودؓ کے، نتیجہ ظاہر یہ کہ علم صحابہؓ کے مرجع اخیر اور خزینہ دار حضرت ابن مسعودؓ تھے، رضی اللہ عنہ۔

اس خلاصہ حالات سے حضرت ابن مسعودؓ کے وجود کی عظمت علم و تعلیم کی جلالت ثابت ہوتی ہے، اسی کا اثر تھا جو خطیب نے لکھا ہے کہ فبث عبد اللہ فیھم علماً کثیراً و فقّہ منھم جمّاً غفیراً، عبد اللہؓ نے اہل کوفہ میں علم بکثرت پھیلایا، اور گروہ کثیر کو فقیہ بنا دیا، حضرت ابن مسعودؓ کے شاگردوں کی بابت حافظ ابن قیمؒ کا قول پڑھ چکے کہ اکابر تابعین سے تھے، اور اکابر صحابہؓ کی موجودگی میں فتوای دیتے تھے، جس کو وہ حضرات جائز رکھتے۔

علقمہ بن قیسؓ نخعی ہیں، التابعی الکبیر الجلیل الفقیہ البارع، بڑی شان کے جلیل القدر تابعی فقیہ عقل و دانش میں فائق، کان من الربانیین، علمائے ربانی میں سے تھے، اجمعوا علی جلالتہ وعظم محلہ ووفور علمہ وجمیل طریقتہ، ان کی جلالت شان، عالی قدری اور خوبی طریقہ پر اجماع ہے، ابراہیم النخعی کا قول ہے، کان علقمۃ یشبہ بابن مسعود، علقمہ ابن مسعودؓ سے مشابہ تھے، (تہذیب الاسماء نووی)۔

دیکھو عہد اسلام کی سیر حاصلی، ان کے دو بھتیجے، اسود اور عبد الرحمن بلند مرتبہ تابعی ہیں، اور

Marfat.com

ایک نواسہ ابراہیم نخعی، ایک گھر میں چار عالی قدر تابعی۔

مسروق الہمدانی اتفقوا علی جلالتہ وتوثیقہ وفضیلتہ وامامتہ، ان کی جلالت، امامت اور ثقہ ہونے پر اجماع ہے، حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے نماز پڑھی، حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ سے ملاقات کی، امام شعبیؒ کے استاد ہیں۔ (تہذیب الاسماء)

اسود النخعی تابعی فقیہ امام صالح، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ کو دیکھا، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ و حضرت عائشہؓ وغیرہم سے روایت کی، اتفقوا علی توثیقہ وجلالتہ۔ ان کے ثقہ ہونے اور جلالت پر اتفاق ہے، اسّی حج اور عمرے علیحدہ علیحدہ کئے۔ (تہذیب الاسماء)

عمرو بن شرجیل الہمدانی امام بخاریؒ، مسلمؒ، و ترمذیؒ اور نسائیؒ نے اُن سے روایت کی ہے، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے روایت کی، (خلاصہ تذہیب) ثقہ عابد تھے۔ (تقریب التہذیب)

شُرَیح القاضی زمانۂ نبوت پایا، حضوری سے مشرف نہ ہوئے، حضرت عمرؓ نے ان کو قاضیٔ کوفہ مقرر کیا، وہاں ساٹھ برس قاضی رہے، حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا انت اقضی العرب تم عربوں میں قضاء میں فائق ہو، ان کی روایتوں کے حجت ہونے اور اُن کے ثقہ ہونے اور دین وفضل پر اور ذکاوت پر اتفاق ہے، نیز ان کے سب سے زیادہ عالم قضا ہونے پر۔ (تہذیب الاسماء)

ابراہیم النخعی تابعی جلیل القدر، حضرت عائشہؓ کی خدمت میں باریاب ہوئے، ان کے ثقہ ہونے، جلالت شان اور فقہ میں فائق ہونے پر اتفاق ہے۔ شعبیؒ نے اُن کی وفات کے وقت فرمایا، ماترك احدًا اعلم منه وافقه، انھوں نے اپنے آپ سے زیادہ عالم اور فقیہ نہیں چھوڑا، اعمش کا قول ہے، کان النخعی صیرفی الحدیث، نخعی حدیث کے نقاد تھے۔ (تہذیب الاسماء)

حماد بن ابی سلیمان اشعری کوفی ہیں، ابو اسمٰعیل کنیت، حضرت انسؓ، اور ابن المسیبؓ اور ابراہیمؒ سے روایت کی اور ان سے ابو حنیفہؒ اور شعبہؒ نے، ثقہ، امام مجتہد، سخی وجواد تھے، ابو اسحٰقؒ کا قول ہے کہ وہ شعبیؒ سے فقہ میں فائق تھے۔ (الکاشف للذہبی)

فقہ حنفی پر ایک نظر

(۱) بیانِ بالا سے واضح ہوچکا کہ جس علم صحابہؓ کرامؓ کے مرجعِ آخر و خزینہ دار حضرت ابن مسعودؓ تھے، وہ تابعین کبار کو پہنچا، ان سے ابراہیم نخعیؒ کو، ان سے حماد بن ابی سلیمانؒ کو، ان سے امام ابوحنیفہؒ کو، ان سے ابویوسفؒ و محمدؒ بن حسن وغیرہما تلامذہ کو یہی وہ علم تھا جس کی تدوین و ترویج کا اہتمام اکابر صحابہؓ کرامؓ نے اہتمام کتاب اللہ کے بعد اس زمانے میں کیا جبکہ روایتِ حدیث قلیل تھی، بلکہ روکی جاتی تھی، خلفائے راشدینؓ کا دور اسی کے اہتمام میں صرف ہوگیا، امام اعظمؒ اور ان کے تلامذہ کی کوششوں نے اس علم دین کو مدوّن و مرتّب کرکے ایک ایسا آئینِ شریعت ملک و ملّت کے سامنے رکھدیا جو حق و ہدایت کی قوت سے دنیائے اسلام کی عبادات و معاملات کی ضرورتوں اور حاجتوں کو روا کرنے اور دنیائے اسلام میں پھیلنے کے لئے تیار اور آمادہ تھا، اس علم کی یہ عجیب خصوصیت ہے کہ چار پشت تک تابعینؒ کے سینوں میں رہنے کے بعد امّت کو ملا، اس کا نتیجہ بدیہی یہ ہے کہ امام اعظمؒ کا علم صحابہؓ کرامؓ کے علم کا مجموعہ ہے اور وہ فقہ حنفی ہے۔

(۲) مذہب اسلام روئے زمین کے انسانوں کے لئے آخری دینِ الٰہی ہے، اس کا اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ غالب رہیں گے، یہ بھی اس کا اعلان ہے کہ وہ تمام ادیان پر حق و ہدایت کے قوت سے غالب رہیگا، اور یہ بھی کہ حزب اللہ کا طرّہ امتیاز غلبہ ہے۔

اسلام کے فرق باطلہ کے باطل ہونے کی بڑی دلیل اس میں ہے کہ وہ کبھی دیرپا غلبہ روئے زمین پر نہ پاسکے، ان کا کارنامہ یہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح انھوں نے اپنے وجود کو قائم رکھا، مثال کے لئے دیکھو فرقۂ باطنیہ کی تاریخ۔

مذاہب حقّہ میں سب سے زیادہ غلبہ مذہبِ حنفی کو ابتدا سے آج تک حاصل رہا ہے، مورخین و محدثین اس کے شیوع کو زمین پر چھا جانے سے تعبیر کرتے ہیں، امام سفیانؒ بن عُیینہ کا قول تم نے پڑھا ہے کہ ابوحنیفہؒ کی رائے آفاق میں پہنچ گئی، وقد بلغ الآفاق، خطیب نے امام ابویوسفؒ کے حالات میں لکھاہے، وبثّ علم ابی حنیفة فی اقطار الارض، انھوں نے ابوحنیفہؒ کا علم زمین کے ایک کنارے

سے دوسرے کنارے تک پہنچا دیا۔

تم اُوپر پڑھ چکے ہو کہ شیخ طاہر پٹنی صاحب مجمع البحار نے المغنی میں فقہ حنفی کا سارے آفاق میں پھیل جانا اور رُوئے زمین کو ڈھک لینا لکھا ہے، ان کے الفاظ ہیں "العلم المنتشر فی الآفاق و علی طبق الارض" یہ بھی لکھا ہے کہ "اگر مذہبِ فقہ حنفی میں اللہ تعالیٰ کا سِرِّ خفی نہ ہوتا تو نصف یا اس کے قریب اسلام اُس کے تقلید کے جھنڈے کے نیچے جمع نہ ہو جاتا۔" مُلّا علی قاریؒ نے دو ثلث اہلِ اسلام کا گیارہویں صدی ہجری میں حنفی ہونا لکھا ہے۔

اس کی قوتِ ظہور اور خوبیٔ تدوین و کمالِ ترتیب کا اندازہ اس سے کرو کہ امام اعظمؒ کی وفات کے ٹھیک سولہ [۱۶] برس بعد خلیفۂ بغداد ہادی کے عہد میں امام ابو یوسفؒ ۱۶۶ھ میں قاضی مقرر ہوتے ہیں، وہ قوت ان کے علم میں ہے کہ عہدِ اسلام میں اوّل مرتبہ قاضی القضاۃ کی طیلسان ان کے وجودؒ پر راست آتی ہے، اور فقہ حنفی رُوئے زمین پر کارفرما بن جاتی ہے، ہارون الرشیدؒ کی خلافت کے شایان قاضی القضاۃ اوّل امام ابو یوسفؒ ہی ٹھہرے، خلافتِ عباسیہ کے بعد جتنی ایسی قوتیں برسرِ کار آئیں جن کی قوت اور غلبہ کو بین الاقوام اور بین الممالک مرتبہ حاصل ہوا وہ قریباً سب کے سب حنفی تھیں، مثلاً آلِ سلجوق، آلِ عثمان، عالمگیری ہندوستان۔ بجائے خود ایک برِّ اعظم تھا، یاد تازہ کرو حافظ ابن قیمؒ کے اس بیان کی کہ مسروقؒ کا قول ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کا علم وہ خلیج ہے کہ اگر اس پر رُوئے زمین کے تشنہ کام وارد ہو جائیں تو سیراب ہو سکیں، ملاؤ اس کے ساتھ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا کشف کہ نظرِ کشفی میں دوسرے مذاہب حیاض و جداول کی شکل میں منکشف ہوتے ہیں، مذہبِ حنفی بشکل دریائے زخّار جو عرش سے گر رہا ہے، دوسرے مذاہبِ حقّہ عموماً یا ملک سے مخصوص رہے یا نسل سے۔ بین الاقوامی مرتبہ کمتر پا سکے۔

اسلام کی قوت و حقّانیت کی کھلی ہوئی دلیل اس میں ہے کہ اس کے احکام میں مختلف ممالک و مختلف نسلہائے انسانی کی ضرورتوں کا لحاظ پایا جاتا ہے، اور ان کے حامل مذاہبِ حقّہ ہیں، اگر کبھی یہ بحث لکھی جائے کہ مذاہبِ اربعہ مختلف ممالک اور مختلف نسلوں میں کس مناسبت سے پھیلے تو علمِ نفسیات کا دلچسپ باب ہوگا۔

Marfat.com

دیکھو تابعین و تبع تابعین کے دَور میں ہزاروں نہیں تو سینکڑوں صاحبِ مذہب امام و مجتہد تھے، جن کے مذاہب پھیلے، اور مضمحل ہو گئے، بالآخر متبوع چار ہی رہے۔

ان میں بھی جو شیوع و غلبہ مذہبِ حنفی کو رہا ظاہر ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں غلبہ و ظہور کی جو قوّت و برق حق و ہدٰی کی مدد سے تھی اس کا وافر حصّہ مذہبِ حنفی میں ودیعت تھا، اور یہی وہ خفی سِرِّ الٰہی ہے جس کو شیخ طاہر پٹنی مذہبِ حنفی کی کامیابی و غلبہ کا سبب بتاتے ہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے، عام طور پر مذہبِ حنفی اور مذہب مالکی کی کامیابی کا سہرا امام ابو یوسفؒ اور امام یحییٰ بن یحیےٰ المصمودی کے سر باندھا جاتا ہے کہ ان کا وجود نہ ہوتا تو شیوع حاصل نہ ہوتا، یہ صحیح ہے کہ یہ دونوں امام ان دونوں مذہبوں کے شیوع و رواج کا زبردست ذریعہ بنے، لیکن یہ صحیح نہیں کہ ان کے شیوع اور ترویج کی علّتِ تامہ وہ دونوں ہیں، اس پر غور کرنا چاہیئے کہ تعلیم سے شاگرد پیدا ہوتے ہیں، تصانیف پیدا ہوتی ہیں نہ یہ کہ اُستاد کی تعلیم کی خوبی شاگرد پیدا کرتا ہے، شخصی کوششوں سے فروغ و رواج تعلیم ضرور ہوتا ہے، مگر عالمگیر غلبہ و ظہور جو صدیوں تک قائم و باقی رہے وہ خود اس تعلیم کی اندرونی قوّت و اثر ہی سے ہو سکتا ہے، بالآخر کامل شاگردوں کا وجود بھی تو قوت و خوبیٔ تعلیم کا منّت کش ہے، امام ابو یوسفؒ اور امام یحییٰؒ بھی مذہبِ حنفی و مالکی کی قوّت کا ثبوت ہیں[1]۔

نتیجۂ واقعات بالا یہ ہے کہ محدّثینِ کرام کی شہادتِ توثیق کے بموجب امام ابو حنیفہؒ کا علم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا علم تھا جو تیئیس[۲۳] برس کی ضمنیتِ تام اور قُربِ خاص میں مشکوٰۃِ نبوّت سے براہِ راست حاصل کیا گیا، اور جو بالآخر تمام صحابۂ کرامؓ کے علم کا مجموعہ بنا، اور چار پُشت تک تابعینؒ کبار و کرام کے سینوں سے گزر کر امام اعظمؒ کے تلامذۂ رشید کو پہنچا اور اُنھوں نے عالمِ اسلام کو پہنچایا، اور جو آخر تک فقہائے عظام کی کوششوں سے ایک عالَم کے واسطے

---

[1] خاکسار اس حصّۂ مضمون و حصّۂ جرح کی نگارش میں مفتی سید عبد اللطیف صاحب استاد جامعہ عثمانیہ کے مشورہ کا دل سے ممنون ہے اگر وہ مشورہ نہ ہوتا تو حق یہ ہے کہ حقِ بحث اس جامعیت سے ادا نہ ہوتا، (شروانی)

سرمایۂ اعمالِ حسنہ بنا ہوا ہے، اور چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اقرب الی اللہ وسیلہ تھے لہٰذا خالقِ اکبر جل جلالہٗ کی بارگاہ میں اس کے عاجز بندوں کیلئے وسیلۂ عظمیٰ ہے، فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

Marfat.com

Marfat.com

قاضی ابو یوسف رح

یعقوب بن ابراہیم، ابو یوسف القاضی، شاگرد ابو حنیفہ رح، نسب یہ ہے، ابو یوسف یعقوب ابن ابراہیم بن حبیب بن سعد بن بحیر بن معاویۃ الانصاری (حضرت) سعد رض صحابی ہیں، اُن کی ماں حبتہ صحابیہ، سعد رض اُحد کے دن (حضرت) رافع بن خدیج رض اور حضرت ابن عمر رض کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ملاحظہ میں پیش ہوتے، کم سِنی کی وجہ سے بھرتی نہیں ہوتے۔

تحصیلِ علم | ابو یوسف رح ۱۱۳ھ میں پیدا ہوئے، گھر مفلس تھا، حدیث[1] اور فقہ کی تحصیل کا شوق تھا، حدیث کی روایت منجملہ دیگر مشائخ کے یحییٰ بن سعید الانصاری، سلیمان الاعمش، ہشام بن عروہ، عطا بن السائب، لیث بن سعد سے کی۔ محمد بن حسن، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین وغیرہم نے ان سے روایت کی، بغداد میں سکونت اختیار کرلی تھی۔

ایک روز ابو حنیفہ رح کی محفل میں بیٹھے تھے کہ ان کے والد وہاں پہنچے، یہ باپ کے ساتھ ہولیے، باپ نے کہا کہ ابو حنیفہ رح کے قدم پر قدم مت رکھو، ان کو تو پکی پکائی ملتی ہے، تمھیں پیٹ پالنے کی ضرورت ہے، اُنھوں نے یہ سُن کر طلبِ علم میں کمی کردی، ان کا بیان ہے کہ ابو حنیفہ رح نے میری جستجو کی، بیٹھ رہنے

---

[1] ہشام بن عروہ، ابو اسحٰق شیبانی، عطا بن السائب اور ان کے طبقے سے سماعِ حدیث کیا، اکبر شیوخ حصین بن عبدالرحمٰن ہیں ان سے محمد بن حسن، احمد بن حنبل، بشر بن الولید، یحییٰ بن معین اور بہت لوگوں نے سماعتِ حدیث کی۔

یحییٰ بن معین کا قول ہے، ابو یوسف رح صاحبِ حدیث و صاحبِ سُنّت تھے، (امام) احمد رح کا قول ہے ابو یوسف رح حدیث میں صاحبِ انصاف تھے، ذہبی رح کا قول ہے کہ میں نے ابو یوسف رح اور محمد بن حسن رح کے حالات علیٰحدہ کتابوں میں لکھے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ للذہبی)

کے بعد پہلی بار میں ان کے پاس پہنچا تو پوچھا آنا کیوں چھوڑ دیا، میں نے کہا کہ پیٹ کی فکر اور باپ کی فرمانبرداری کی وجہ سے، یہ کہہ کر میں بیٹھ گیا، آدمی چلے گئے، تو ایک تھیلی مجھ کو دی اور کہا اس کو خرچ کرو، جب ختم ہو جائے تو اطلاع کرنا، پڑھنا مت چھوڑو، میں نے دیکھا تو سو درم تھے، اب میں نے پابندی سے پڑھنا شروع کیا، چند روز کے بعد سو درم اور عنایت ہوئے، حالانکہ میں نے اشارۃً بھی ختم ہونے کا ذکر نہیں کیا تھا، اسی طرح بے طلب عنایت ہوتی رہی، یہاں تک کہ میں آسودہ حال ہو گیا۔

ایک روایت کے بموجب باپ نے چھوٹا چھوڑا تھا، ماں درس سے اُٹھا لے جاتی تھی، ایک روز ابو حنیفہ نے ان کی والدہ سے کہا، نیک بخت! جا، یہ علم سیکھ کر فالودہ روغنِ پستہ کے ساتھ کھائے گا، یہ سُنکر وہ بڑبڑاتی ہوئی چلی گئیں، جب وہ قاضی القضاۃ ہو گئے، تو ایک بار خلیفہ ہارون رشید کے دستر خوان پر فالودہ پیش ہوا، خلیفہ نے اُن سے کہا، یہ کھاؤ، یہ روز روز نہیں تیار ہوتا ہے، پوچھا، امیر المومنین کیا ہے، کہا فالودہ اور روغنِ پستہ، یہ سُنکر ابو یوسف ہنس پڑے، خلیفہ نے پوچھا، کیوں ہنسے، کہا بخیر امیر المومنین کو اللہ تعالیٰ زندہ و سلامت رکھے، ہارون رشید نے اصرار کیا تو انھوں نے واقعۂ بالا بیان کیا، سُنکر خلیفہ کو حیرت ہوئی اور کہا علم دین و دنیا میں عزت دیتا ہے، اللہ تعالیٰ ابو حنیفہ رح پر رحمت فرمائے، وہ عقل کی آنکھوں سے وہ کچھ دیکھتے تھے جو ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔

امام اعظم رح کی صحبت میں

سترہ[۱۷] برس تک ابو حنیفہ رح کی صحبت میں حاضر رہے، ایک بار اس زمانہ میں سخت بیمار ہو گئے، امام صاحب رح نے آکر دیکھا تو واپسی میں اُن کے دروازے پر متفکر کھڑے ہو گئے، کسی نے سبب پوچھا، تو کہا یہ جوان مر گیا تو زمین کا سب سے بڑا عالم اُٹھ جائے گا،

ابو یوسف رح کا قول ہے کہ دنیا میں کوئی چیز مجھ کو ابو حنیفہ رح اور ابن ابی لیلےٰ کی مجلس سے زیادہ محبوب نہ تھی، ابو حنیفہ رح سے بڑھ کر فقیہ اور ابن ابی لیلےٰ سے اچھا قاضی میں نے نہیں دیکھا۔

خطیب کا قول ہے کہ ابو حنیفہ رح کے شاگردوں میں دو[۲] شاگرد سب سے زیادہ ممتاز تھے، ابو یوسف رح اور زفر، عمار (بن ابی مالک) کا قول ہے کہ ابو حنیفہ رح کے شاگردوں میں ابو یوسف رح کی مثال نہ تھی، اگر وہ نہ ہوتے تو نہ کوئی ابو حنیفہ رح کو جانتا، نہ ابن ابی لیلےٰ کو، وہی تھے، جنھوں نے ان کا علم پھیلایا،

Marfat.com

اور اُن کے اقوال کو دُور دُور پہنچایا۔

طلحہ (بن محمد) کا قول ہے، ابو یوسف رح کی شان مشہور علم و فضل بلند تھا، ابو حنیفہ رح کے شاگرد تھے، فقہ میں اپنے معاصرین میں سب سے بڑھ کر، اُن سے بڑھ کر اُن کے زمانے میں کوئی نہ تھا، علم و حکمت و ریاست و قدر میں انتہا کو پہنچے ہوتے تھے، وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے ابو حنیفہ رح کا علم زمین کے کناروں تک پہنچادیا، اصولِ فقہ کی کتابیں لکھیں، مسائل کا نشر املار کے ذریعے سے کیا۔

ایک بار اعمش نے اُن سے ایک مسئلہ دریافت کیا، جواب سُنکر کہا، یہ کہاں سے کہتے ہو، کہا فلاں حدیث سے جو آپ سے روایت کی ہے، اعمش نے ہنس کر کہا کہ یہ حدیث مجھ کو اس وقت سے یاد ہے کہ تمھارے باپ کی شادی بھی نہ ہوئی تھی، معنے اُس کے آج معلوم ہوتے۔

امام مزنی رح سے کسی نے اہلِ عراق کی بابت پوچھا، ابو حنیفہ رح کی بابت کہا، "سیّدھم" اُن کے سردار، ابو یوسف رح کی بابت کہا اتبعھم للحدیث اُن میں سب سے زیادہ حدیث کے پیرو، محمد بن حسن سب سے زیادہ مسائل اخذ کرنے والے، زفر سب سے زیادہ قیاس میں تیز۔

ہلال بن یحییٰ کا قول ہے، کہ ابو یوسف تفسیر، مغازی، ایام عرب کے حافظ تھے، فقہ ان کے علوم میں اقلّ العلوم تھی۔

ایک بار ابو حنیفہ رح کے سامنے ابو یوسف رح اور زفر رح نے کسی مسئلے پر بحث کی، ظہر تک جاری رہی، اور ایک دوسرے کی دلیل کو رد کرتا رہا، ظہر کے وقت ابو حنیفہ رح نے زفر رح کی ران پر ہاتھ مار کر کہا، جس شہر میں ابو یوسف رح ہوں، اُس کی ریاست کی ہوس مت کرو۔

ایک بار ابو حنیفہ رح نے اپنے شاگردوں کی بابت کہا، یہ چھتیس [۳۶] مرد ہیں، اُن میں سے اٹھارہ [۱۸] عہدۂ قضا کی اہلیت رکھتے ہیں، چھ [۶] فتوی دینے کی، دو [۲] ایسے ہیں جو قاضیوں کو پڑھا سکتے ہیں، یہ کہکر ابو یوسف رح اور زفر رح کی طرف اشارہ کیا۔

ایک بار ابو حنیفہ رح (جو فراست میں ممتاز تھے) نے داؤد طائی سے کہا کہ تم عبادت کے ہو رہو گے، ابو یوسف رح سے کہا، تم دنیا کی طرف مائل ہوگے، اسی طرح زفر وغیرہ کی نسبت رائے ظاہر کی، جو کہا تھا،

Marfat.com

واقعات نے وہی ثابت کیا۔

لطیفہ :- ایک شخص ابو یوسف رح کی صحبت میں خاموش بیٹھے رہتے تھے، ایک بار اُنھوں نے کہا تم بولتے کیوں نہیں، کہا بہت اچھا، روزہ کب افطار کرنا چاہیئے، کہا جب آفتاب غروب ہو، بولے اگر آفتاب آدھی رات تک غائب نہ ہو تو۔ یہ سُنکر ابو یوسف رح ہنس پڑے، اور کہا تمھارا خاموش رہنا ہی اچھا تھا، تھاری زبان کُھلوا کر میں نے خطا کی۔

عہدۂ قضا: خلیفہ ہادی (موسیٰ بن مہدی) نے ۱۶۶ھ میں بغداد کا قاضی مقرر کیا، ہارون رشید نے اپنی خلافت میں بحال رکھا، اسلام میں وہ اوّل شخص ہیں، جو قاضی القضاۃ[1] ہوئے، سترہ برس تک قاضی القضاۃ رہے۔

اُن کے قاضی ہونے کے عہد میں ایک بار امیر المؤمنین ہادی کے ایک باغ پر کسی نے اُن کی عدالت میں دعویٰ کیا، بظاہر خلیفہ کا پہلو زبردست تھا، مگر واقعہ اُس کے خلاف تھا، امیر المؤمنین نے کسی موقع پر اُن سے پوچھا، کہ تم نے فلاں باغ کے معاملہ میں کیا کیا۔ جواب دیا مدّعی کی درخواست یہ ہے کہ امیر المؤمنین کی حلفیہ شہادت اس پر لیجائے کہ اُن کے گواہوں کا بیان سچّا ہے، ہادی نے پوچھا، کیا اُن کی یہ درخواست واجبی ہے، جواب دیا کہ ابن ابی لیلیٰ کے فیصلے کے مطابق صحیح ہے، خلیفہ نے کہا اس صورت میں باغ مدّعی کو دلادو، یہ ابو یوسف رح کی ایک تدبیر تھی۔

وفات: ۵ ربیع الاوّل یا ربیع الآخر باختلافِ قولین ۱۸۲ھ میں انتقال کیا، انتقال کے وقت انہتّر ۶۹ برس کی عمر تھی۔

وفات کے وقت کہا، کاش میں اس فقر کی حالت میں مرتا، جو شروع میں تھی، اور قضاء کے کام میں نہ پھنستا، خدا کا شکر ہے اور اس کی یہ نعمت ہے کہ میں نے قصداً کسی پر ظلم نہیں کیا، اور نہ ایک فریق معاملہ کی، دوسرے کے مقابلے میں پرواکی، خواہ وہ بادشاہ تھا یا بازاری۔

---

[1] ابن عبدالبر کا قول ہے، میرے علم میں کوئی ایسا قاضی سوائے ابو یوسف رح کے نہیں، جس کا حکم مشرق سے مغرب تک سارے آفاق میں رواں رہا ہو۔ (شذرات الذہب لابن عماد الحنبلی)

وفات کے وقت یہ قول بھی منقول ہے، بار الٰہا! تو خوب جانتا ہے، کہ میں نے کسی فیصلے میں جو تیرے بندوں کے درمیان کیا خود رائی سے کام نہیں لیا، تیری کتاب اور تیرے رسولؐ کی سنّت کی پیروی کی کوشش کی، جہاں مجھ کو اشکال پیش آیا، ابو حنیفہؒ کو اپنے اور تیرے درمیان میں واسطہ کیا، اور واللہ وہ میرے نزدیک اُن لوگوں میں سے تھے، جو تیرے حکم کو پہچانتے تھے، اور کبھی جان کر حق کے دائرے سے نہیں نکلتے تھے، یہ بھی موت کے وقت ان کی زبان پر تھا، بار الٰہا! تو جانتا ہے، کہ میں نے جان کر حرام نہیں کیا اور نہ جان کر کوئی درم حرام کا کھایا۔

اُن کی علالت کے دَوران میں معروف کرخیؒ نے اپنے ایک رفیق سے کہا کہ میں نے سُنا ہے، ابویوسف زیادہ علیل ہیں، تم اُن کی وفات کی خبر مجھ کو دینا، راوی کا بیان ہے کہ میں دارالرقیق کے دروازہ پر پہنچا تو ابو یوسفؒ کا جنازہ نکل رہا تھا، دل میں کہا کہ اب معروف کرخیؒ کو خبر کرنے جاتا ہوں تو نماز جنازہ نہ ملے گی، چنانچہ نماز میں شریک ہو کر اُن کے پاس پہنچا اور خبرِ وفات سُنائی، اُن کو سخت صدمہ ہوا، بار بار اِنّا للہ پڑھتے تھے، میں نے کہا یا ابا محفوظ! آپ کو نماز جنازہ میں شریک نہ ہونے کا اس قدر صدمہ کیوں ہے؟ کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنّت میں داخل ہوا ہوں، دیکھتا ہوں کہ ایک محل تیار ہوا ہے، اس کا بالائی حصہ مکمّل ہو چکا، پردے آویزاں کر دیتے گئے، غرض ہر طرح پُورا ہو چکا، میں نے پوچھا یہ کس کیلئے تیار ہوا ہے، لوگوں نے کہا ابو یوسفؒ کے واسطے، میں نے کہا یہ مرتبہ اُنھوں نے کیوں کر پایا، جواب ملا، اچھی تعلیم دینے اور اُس کے شوق کے صلے میں اور لوگوں نے جو اذیت پہنچائی اُس کے صلے میں۔

شجاع بن مخلد کا قول ہے کہ ہم ابو یوسفؒ کے جنازے میں شریک ہوتے، عباد بن العوام بھی ہمارے ساتھ تھے، میں نے اُن کو یہ کہتے سُنا، کہ اہلِ اسلام کو چاہیئے کہ ابو یوسفؒ کی وفات پر ایک دوسرے کے ساتھ تعزیت کریں۔[1]

---

[1] خلیفہ ہارون الرشید جنازہ کے آگے آگے چلتے تھے، نماز جنازہ خود اُنھوں نے پڑھائی، مقابر قریش میں اُمّ جعفر زبیدہ کی قبر کے پاس دفن کیا، محمد بن جعفر کا قول ہے، ابو یوسفؒ کی شان مشہور، فضل ظاہر تھا، اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ فقیہ تھے، اُن سے بڑھ کر کوئی نہ تھا، علم، حلم، ریاست، قدر وجلالت میں انتہا کو پہنچے ہوتے تھے، العبر میں لکھا ہے، ابو یوسف جوّاد اور سخی تھے، (باقی ص۸۰ پر)

وفات سے پہلے کہتے تھے کہ سترہ برس ابو حنیفہؒ کی صحبت میں رہا، سترہ برس دنیا کے کام میں رہ چکا، میرا گمان ہے کہ اب میری موت قریب ہے۔ اس قول کے چند مہینے کے بعد وفات پائی۔

ان کے بیٹے یوسف غربی بغداد کے قاضی تھے۔

مناقب و جرح ابن کامل کا قول ہے کہ یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل، اور علی مدینی اُن کے ثقہ فی النقل ہونے پر متفق ہیں۔

یحییٰ بن معین کا قول ہے، کہ ابو یوسفؒ اصحاب حدیث کی جانب مائل تھے، اور اُن کو دوست رکھتے تھے، اور مَیں نے اُن سے حدیثیں لکھی ہیں۔

امام احمدؒ بن حنبل کا قول ہے، کہ حدیث میں میرے پہلے اُستاد ابو یوسفؒ ہیں، اُن کے بعد میں نے اوروں سے حدیث لکھی، ابن مدینی کا قول ہے، کہ ابو یوسفؒ صدوق تھے۔

خطیب بغدادی نے اپنا مورخانہ فرض امام ابو یوسفؒ کے حالات میں بھی جرح کے متعلق ادا کیا ہے، اور متواتر روایتیں جرح کی نقل کی ہیں، اسی کے ساتھ اثنائے بیان میں بعض جرحوں کا جواب بھی دیا ہے۔ جرح سب کی سب غیر مفسّر اور غیر مبیّن السّبب ہیں، موادِ جرح وہی ہے، جو امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کی نسبت جرحوں کا ہے، یعنی مرجئ ہونا وغیر ذلک، مذکور الصدر کے دونوں اماموں کے ذکر میں اس پر جو بحث مجمل و مفصّل ہو چکی وہی یہاں بھی کی جاسکتی ہے[1]، اعادہ تحصیل حاصل، یا لاحاصل، متاخرین ائمہ رجال نے امام ابو یوسفؒ کے متعلق بھی جرح متروک کردی ہے، صرف مناقب و تعدیل لکھی ہے۔

مثلاً دیکھو تذکرۃ الحفاظ امام ذہبیؒ، اور شذرات الذہب ابن عماد الحنبلی۔

متقدمین میں سے امام ابن قتیبہؒ نے معارف میں نہ امام اعظمؒ پر جرح کی ہے اور نہ ابو یوسفؒ پر، حالانکہ دوسرے رجال پر جرح کرتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۹) ابو حاتم کا قول ہے، انکی حدیث لکھی جاتے۔ انتہیٰ۔ ابن اہدل کا قول ہے کہ اکثر علماء ابو یوسفؒ کی فضیلت و عظمت کے قائل ہیں۔ ابن عبدالبر کا قول ہے، ابو یوسفؒ فقیہ عالم حافظ تھے کثیر الحدیث (شذرات الذہب لابن عماد الحنبلی)

[1] امام اعظمؒ کا ذکر گزر چکا، امام محمدؒ کا آگے آرہا ہے۔ (ناشر)

Marfat.com

Marfat.com

امام محمدؒ

محمد بن الحسن بن فرقد ابو عبداللہ الشیبانی، صاحب امام ابو حنیفہؒ و امام اہل الرائے، دراصل دمشقی ہیں، حرستا نامی قریہ کے باشندے، ان کے والد عراق آئے، محمدؒ واسط میں پیدا ہوئے، کوفہ میں نشو و نما پائی، وہیں امام ابو حنیفہؒ، مسعر بن کدام، سفیان ثوریؒ وغیرہ سے علم سُنا، سماعِ حدیث بکثرت کیا، نیز امام مالکؒ، اوزاعیؒ، اور امام ابو یوسف قاضی سے، بغداد میں سکونت اختیار کی اور حدیث و فقہ کی روایت کی، امام شافعیؒ، (ابو سلیمان) جوزجانی وغیرہ نے ان سے حدیث روایت کی ہے، ہارون رشید نے قاضی مقرر کیا، ان کے ساتھ خراسان گئے، بمقام رے انتقال کیا، وہیں مدفون ہیں، اسی روز کسائی نے وفات پائی، ہارون رشید (افسوس کرتے ہوئے) نے کہا میں نے آج لغۃ اور فقہ کو دفن کر دیا،

پیدائش ۱۳۲ھ میں وفات ۱۸۹ھ میں عمر ۵۸ سال، اگرچہ حدیث کی سماعت کثیر تھی مگر رائے پر غور کیا، اسی کا غلبہ ہوا، اور اسی میں شہرت پائی،

ان کا قول ہے کہ باپ نے تیس ہزار روپے چھوڑے تھے، میں نے پندرہ ہزار نحو اور شعر کی تحصیل میں اور پندرہ ہزار حدیث و فقہ کی تحصیل میں خرچ کر دیئے۔

امام شافعیؒ نے امام محمدؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں تین برس سے زیادہ امام مالکؒ کے پاس رہا اور ان سے سات سو سے زیادہ حدیثیں سُنیں، امام شافعیؒ کا یہ بھی قول ہے کہ جب محمد بن حسن مالک سے روایتِ حدیث کرتے تھے تو کثرتِ سامعین سے گھر بھر جاتا، گنجائش نہ رہتی، ایک موقع پر خلیفہ ہارون رشید کی آمد پر سب لوگ کھڑے ہو گئے، محمدؒ بن حسن بیٹھے رہے، تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ کے نقیب نے محمدؒ ابن حسن کو بُلایا، ان کے شاگرد و احباب پریشان ہوئے، یہ خلیفہ کے سامنے پہنچے تو پوچھا کہ تم فلاں موقع پر

کھڑے کیوں نہیں ہوتے، کہا کہ جس طبقے میں خلیفہ نے مجھ کو قائم کیا ہے اس سے نکلنا میں نے پسند نہیں کیا، اہلِ علم کے طبقے سے نکل کر اہلِ خدمت کے طبقے میں آجانا پسند نہیں آیا، آپ کے ابن عم (یعنی آنحضرت صلعم) نے ارشاد فرمایا ہے، جو شخص اس بات کو محبوب رکھتا ہو کہ آدمی اس کے لئے کھڑے رہیں، وہ اپنا مقام جہنم میں بنالے، آپ کی مراد اس سے گروہِ علماء ہے، پس جو لوگ حقِ خدمت اور اعزازِ شاہی خیال کرکے کھڑے ہوں تو یہ دشمن کے لئے ہیبت کا سامان ہوگا، اور جو بیٹھے رہے انھوں نے اتباعِ سنت کیا جو آپ کے خاندان سے لی گئی ہے، اور آپ کے لئے زینت ہے، ہارون رشید نے کہا سچ کہتے ہو۔

بیس[۲۰] برس کی عمر میں مسجد کوفے میں علم کی تعلیم شروع کردی تھی، یحییٰ بن صالح کا قول ہے کہ مجھ سے ابن اکثم نے پوچھا تم نے مالکؒ کو دیکھا ہے، ان سے حدیث سُنی ہے، محمد بن حسن کی صحبت میں رہے ہو کون زیادہ فقیہ تھا، میں نے کہا محمدؒ بن حسن مالکؒ سے افقہ ہیں۔

ابو عبیدؒ کا قول ہے کہ کتاب اللہ کا جاننے والا محمدؒ بن حسن سے زیادہ کوئی نہ تھا، ربیع بن سلیمان نے امام شافعیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ اگر میں یہ کہنا چاہوں کہ قرآن محمدؒ بن حسن کی لغت میں اترا ہے تو محمدؒ کی فصاحت کی بنیاد پر کہہ سکتا ہوں۔

مزنیؒ نے یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے کوئی موٹا آدمی محمدؒ سے زیادہ سُبک روح نہیں دیکھا، ان سے زیادہ فصیح بھی نہیں دیکھا، جب میں ان کو قرآن پڑھتے دیکھتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ قرآن انہی کی لغت میں نازل ہوا ہے۔

ربیع بن سلیمان نے امام شافعیؒ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ میں نے محمدؒ بن حسن سے زیادہ عاقل آدمی نہیں دیکھا، یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ جامع صغیر میں نے محمدؒ بن حسن سے لکھی ہے، ربیع کا قول ہے کہ امام شافعیؒ کا مقولہ تھا کہ میں نے محمد بن حسنؒ سے ایک شتر بار کتابیں سیکھی ہیں۔
مزنیؒ سے کسی نے پوچھا کہ ابو حنیفہؒ کے حق میں کیا کہتے ہو، کہا، سیّدھم، ان کے سردار ہیں، کہا اور ابو یوسفؒ، کہا، اتبعھم للحدیث، ان میں حدیث کے سب سے زیادہ تابع، کہا محمد بن حسن، کہا، اکثرھم تفریعاً۔ سب سے زیادہ مسئلے نکالنے والے، کہا زفرؒ، کہا، احدّھم قیاساً، قیاس میں

Marfat.com

سب سے زیادہ بہتر۔

امام شافعیؒ کا یہ بھی قول ہے کہ فقہ کے معاملہ میں سب سے زیادہ احسان مجھ پر محمدؒ بن حسن کا ہے۔"

محمدؒ بن حسن کا اپنے متعلقین کو یہ حکم تھا کہ مجھ سے دنیاوی کوئی فرمائش نہ کرو، جو ضرورت ہو میرے مختار سے لے لو، تاکہ میرا قلب فارغ البال رہے اور بے فکر رہوں۔

حسن بن داؤد کا قول ہے کہ بصرہ والوں کا فخر چار کتابیں ہیں، جاحظ کی کتاب البیان والتبیین نیز کتاب الحیوان، سیبویہ کی الکتاب، خلیل کی کتاب فی العین، ہمارا فخر ستائیس ہزار مسائل پر ہے، جو حلال و حرام کے متعلق ایک کوفی محمد بن حسنؒ کے نتیجہ عمل ہیں، وہ ایسے قیاسی و عقلی ہیں کہ کسی انسان کو ان کا نہ جاننا روا نہیں۔

ابراہیم الحربی کا قول ہے کہ میں نے احمد بن حنبلؒ سے سوال کیا کہ یہ مسائل دقیق تم کو کہاں سے حاصل ہوتے، کہا محمد بن حسنؒ کی کتابوں سے۔

قاضی ابن ابی رجا نے محمویہ سے (جو ابدال میں شمار ہوتے تھے) روایت کی ہے کہ میں نے بعد وفات محمد بن حسنؒ کو خواب میں دیکھا، پوچھا، ابو عبداللہؒ کیا گزری، کہا مجھ سے ارشاد ہوا، میں تم کو علم کا خزانہ نہ بناتا، اگر تم کو عذاب دینے کا ارادہ رکھتا، میں نے کہا ابو یوسفؒ کا کیا حال ہے، کہا، فوقی، مجھ سے بالاتر ہیں، میں نے پوچھا، ابو حنیفہؒ، کہا، فوقہ بطبقاتٍ، ابو یوسفؒ سے بہت سے طبقے اوپر۔

خطیب نے امام محمد بن حسنؒ کی بابت جرح بھی نقل کی ہے، جن میں بعض سخت ہیں، مگر اس قریباً ڈیڑھ ہزار برس کے زمانے میں، اکابر امت نے جو فیصلہ امام محمدؒ کی عظمت کی بابت کیا ہے ظاہر ہے کہ اس کے مقابلے میں کوئی جرح قائم نہیں رہ سکتی، خطیب کا قول ہے کہ جو قول آخر میں نقل کروں وہ میری رائے ہے، (تذکرۃ الحفاظ) چنانچہ محمویہ کا خواب جو سب سے اخیر میں نقل کیا ہے، اس سے جرح و تعدیل کا فیصلہ خطیب کی تنقید کے مطابق بھی ہو جاتا ہے۔